

غلو وانتہا پسندی کے رجحانات اور اسلام کا موقف

قرآنی آیات کے جواب کا حکم قسط (۲)

اہل بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم: مختصر تعارف

حدیث: اَللّٰھُمَّ لَاطَیْرَ إِلَّا طَیْرُکَ... تحقیق وتشریح

کلمات أربعہ (سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ أکبر) کی فضیلت

مدیر اعلیٰ: رضاء اللہ عبد الکریم مدنی ✹ مدیر: عبد الشکور عبد الحق مدنی

IIC MUMBAI

نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ تعالی ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر پیچھے تھا، آپ نے فرمایا: ”اے لڑکے! بیشک میں تمہیں چند اہم باتیں بتلا رہا ہوں: تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تم اللہ کے حقوق کا خیال رکھو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ سے مانگو، جب تم مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو، اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو گئے ہیں“

(سنن الترمذی:2516 اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام البانی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ المشکاۃ:5302)

AHL US SUNNAH Volume No.6, Issue No.72, November 2017

جلد:٦ | فی شمارہ -/Rs. 30
شمارہ:٧٢ | سالانہ -/Rs. 300

نومبر ۲۰۱۷ء

ماہنامہ

اهل السنة ممبئ

میگزین ممبرشپ رابطہ نمبر:
022-26500400 / 8291063765

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ:
Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400058 | Ph.:022-26500400
Website: ahlussunnah.co.in | Email: ahlussunnaa@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl.. Estate, Pannalal Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل السنۃ

۱۴

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

اداریہ

غلو وانتہا پسندی کے رجحانات اور اسلام کا موقف

عبدالشکور بن عبدالحق

بلاشبہ اسلام امن وآشتی، سلامتی وسکون کا مذہب ہے۔ اور اسکا ایک اہم امتیازی وصف اعتدال و میانہ روی ہے۔ اسکی تمام تر تعلیمات، اسکے احکامات وفرامین اسکا دینی، معاشرتی، اقتصادی، خانگی یہاں تک کہ جنگی نظام بھی اعتدال وتوازن کی ایک بہترین مثال ہے۔ اسکے پورے ڈھانچے میں تشدد وانتہا پسندی کی بوتک نہیں پائی جاتی۔ اگر کوئی بھی شخص اسلام پر انتہاء پسندی یا تنگ نظری کا الزام لگاتا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات اور اسکی روح سے واقف ہی نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بذات خود کسی قسم کی انتہاء پسندی کا شکار ہو اور اپنی آنکھ کا شہتیر تو اسے نظر نہ آرہا ہو البتہ وہ اسلام کی آنکھ کا مزعومہ تنکا تلاش رہا ہو، وہیہات!

انتہا پسندی پر گفتگو سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم غلو وانتہا پسندی کا مفہوم سمجھ لیں، چنانچہ علمائے کرام نے اسکی جو شرح وتوضیح کی ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ: کسی بھی شئے میں شرعی حدبندیوں کو پھلانگنا، ان سے آگے بڑھنا یہ غلو وانتہا پسندی ہے۔

علامہ ابن عثیمین – رحمہ اللہ – نے اس سلسلے میں جو کہا ہے وہ آب زر سے مرقوم کئے جانے کے لائق ہے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں: ''تشدد، نرمی اور اعتدال کی کسوٹی شریعت ہے، جو چیز شریعت کے عین مطابق ہو وہ اعتدال ہے۔ جو شریعت کی حد بندیوں سے آگے بڑھ جائے وہ انتہاء پسندی ہے اور جو شریعت کے معیار سے پیچھے رہ جائے وہ تساہل وکوتاہی ہے۔ تو ان تمام امور میں میزان شریعت ہی ہے، اور اعتدال کا حقیقی مفہوم شریعت کی موافقت ہے جو امور شریعت کے مطابق ہوں وہ معتدل ہیں''۔

(فتاوی علماء البلد الحرام: ص: ۱۱۲)

آیئے دیکھتے ہیں کہ اسلام نے کس سختی سے تشدد وانتہا پسندی کی سرکوبی کی ہے اور اسے جڑ سے اکھیڑنے کے لئے کیا کیا احتیاطی تدابیر بتائیں ہیں۔

اللہ رب العزت نے امت مسلمہ کو مخاطب کرتے ہوئے اسے یاد دلایا ہے کہ اسکی ایک امتیازی خصوصیت میانہ روی ہے اور اسکا مقصود یہ ہے کہ یہ امت اپنے جملہ معاملات میں اسکو برتے اور غیروں کو اس کے اثرات کھلے عام نظر آئیں۔ ارشاد فرمایا: وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (البقرة: ۱۴۳) ترجمہ: ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں درمیانہ امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ رہو''۔

اور رسول رحمت ﷺ کے فرمودات تو اعتدال اور توسط کی راہ دکھانے میں صرف امت اسلام ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لئے چراغ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ابن عباس – رضی اللہ عنہما – کہتے ہیں کہ ۱۰/ذی الحجہ کی صبح اللہ کے رسول ﷺ نے جبکہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے مجھ سے فرمایا: میرے لئے کچھ کنکریاں چن کر لاؤ۔ تو میں نے آپ کے لئے کچھ کنکریاں چنیں جو اتنی بڑی تھیں کہ انہیں انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کے درمیان رکھ کر مارا جا سکتا تھا۔ جب میں نے وہ کنکریاں آپ کے دست مبارک پر رکھیں تو آپ نے لوگوں سے کہا اس جیسی کنکریوں سے جمرہ کو مارو۔ اور دین میں انتہاء پسندی سے بچو کیوں کہ تم سے پچھلی قوموں کو دین میں انکی انتہاء پسندی نے انہیں تباہ وبرباد کردیا

۔(سنن النسائی: ۵۰۳۷، وصححہ الالبانی)

اسی طرح راویۂ اسلام ابوہریرہ -رضی اللہ عنہ- روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بیشک یہ دین آسانی وسہولت والا ہے اور جوشخص بھی اس میں شدت دکھائے گا وہ مغلوب ہوجائے گا۔ سو درست عمل کرو اور کم ازکم اس سے قریب رہنے کی کوشش کرو، صبح کچھ عبادت کرلیا کرو کچھ شام میں اور کچھ رات کی تاریکی میں''۔(صحیح البخاری: ۳۹)

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا: شدت پسند ہلاک ہوگئے شدت پسند ہلاک ہوگئے شدت پسند ہلاک ہوگئے۔(صحیح مسلم: ۲۶۷۰)

اپنی چہیتی بیوی عائشہ -رضی اللہ عنہا- کو آپ نے اسلام کی روح اور اسکے خمیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے عائشہ ! بیشک اللہ تعالی نرم ہے نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ اور نرمی پر وہ (نعمتیں ،کامیابیاں) عطا کرتا ہے جو وہ سختی پر نہیں دیتا، بلکہ اسکے سوا کسی پر نہیں دیتا''۔(صحیح مسلم: ۳۹۵۲)

غلو اور انتہا پسندی کے خلاف اتنی واضح تعلیمات یہ اسلام کا طرۂ امتیاز ہے نبی رحمت ﷺ نے موقع بموقع اپنی امت کو انتہا پسندی کی خطرناکیوں اور اسکے مہلک اضرار سے متنبہ کیا ہے اور ہمیشہ صحابہ کرام کے دلوں میں یہ حقیقت جاگزیں کی ہے کہ توازن واعتدال اور مناسب نرمی دنیا وآخرت میں کامیابی کی کنجی ہے۔

امت کے جو افراد نبی اور صحابہ کرام کے نقش قدم پر رہے وہ کبھی بھی حق واعتدال کے اس جادہ سے نہیں ہٹے ہاں البتہ جنھوں نے منہج نبوی اور طریقِ صحابہ سے ہٹ کر اپنی راہ بنائی وہ انتہاء پسندی کی کھائیوں میں ضرور گرے۔

اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں سنت نبی اور منہج صحابہ سے ہٹنے کے سبب انتہا پسندی وغلو کے جو رجحانات پنپے آئندہ سطروں میں انکی طرف اشارہ کیا جارہا ہے تاکہ غلو میں مبتلا باز آجائیں ،غفلت شعار چوکنا ہوجائیں اور راہ حق کے راہی مزید ثبات قدمی اور حوصلہ سے اس پر جم جائیں۔

عقیدہ میں انتہاء پسندی: عقیدہ میں غلو وانتہاء پسندی ایک عالمی اور بین المذاہبی مظہر ہے۔انسانیت کی پوری تاریخ میں غلو کا سب سے بڑا اور گھناؤنا مظہر اللہ کی ذات وصفات اور اسکی عبادت میں شرک ہے اور اسکا بنیادی سبب اپنی محبوب شخصیات کی محبت وعقیدت میں غلو ہے۔شرک کی تاریخ اور اسکا بیج ہی شخصیات پرستی ان سے حد درجہ الفت اور دلی تعلق سے پیدا ہوتا ہے۔اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ دنیا کی اکثریت اس انتہاء پسندی کو انتہاء پسندی تسلیم ہی نہیں کرتی بلکہ اپنی پسندیدہ ہستیوں کے گرد چمتکاروں ،شکتیوں ،کرامتوں کا ایک جال بُن دیتی ہے جھوٹی کہانیاں اور بے سروپا حکایات عوامی داستانیں بنادی جاتی ہیں۔

اب چاہے وہ قوم نوح کا اپنے نیک بزرگوں کے تئیں غلو ہو جو دنیا کے پہلے شرک کے وجود میں آنے کا سبب بنا یا نصاریٰ کا اللہ کے نبی عیسیٰ -علیہ السلام- کو اللہ کا بیٹا کہنا اور تین خداؤں میں سے ایک خدا قرار دینا ہو یا پھر یہودیوں کا عزیر کو اللہ کا فرزند بتلانا ہو یا پھر بہت سی دوسری قوموں میں اپنے سورماؤوں اور بہادر و نیک صفت بادشاہوں کو بھگوان کہہ کر انکی توقیر وتعظیم کو دھیرے دھیرے انکی عبادت میں تبدیل کرنا ہو جو شرک کی ایجاد اور اسکی ترویج میں ابلیس کا سب سے کارگر وآزمودہ نسخہ ہے۔

بلکہ اس امت کی طرف منسوب آج ایک بڑی تعداد ایسی ہے جس نے نبی اور اللہ کے نیک بندوں کے احترام وعقیدت کے پردے میں اللہ رب العزت کی وہ تمام صفات اسکے بندوں میں یوں تقسیم کی ہیں کہ -نعوذ باللہ- اللہ رب العالمین غالب وقادر انکے ذہنوں سے غائب ہوگیا ہے اسکا ایک چیختا ہوا نمونہ یہ ہے کہ آپ کو سیکڑوں آٹو رکشہ پر یا فلاں مدد، یا فلاں مدد نظر آئیگا مگر کہیں بھولے سے بھی یا اللہ مدد، یا اللہ تیرا ہی سہارا نظر نہیں آئے گا۔

لمثل هذا يذوب القلب من كمد
إن كان في القلب إسلام وإيمان

جبکہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے شخصیت پرستی کی راہ سے آنے والے عقائدی بگاڑ کی جڑ کاٹ دی ہے۔فرمایا: میری مدحت وعقیدت میں اس طرح غلو نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم کی تعریف وعقیدت میں غلو کیا تھا۔میں صرف اللہ کا بندہ ہوں تو تم مجھے اللہ کا بندہ اور اسکا رسول کہو۔(صحیح البخاری:۳۴۴۵)

منہج میں غلو: اسکے بہت سارے مظاہر ہیں لیکن یہاں بوجہ اختصار دوصورتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ لوگوں پر حکم لگانے میں غلو جیسا کہ خوارج کے یہاں تھا یہ فرقہ شروع اسلام سے جونک کی طرح اس سے چمٹا رہا ہے اور اسکا خون چوستا رہا ہے۔فہم نصوص میں صحابہ کے منہج کی اتباع نہ کرنے کی وجہ سے وہ بھیانک غلطیوں کا شکار ہوا اور قرآن واحادیث کے خود فہمیدہ معانی کا سہارا لیکر انہوں نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کو کافر قرار دیا،اوراسی بنیاد پر امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا نام لیکر حکام کے خلاف بغاوت کو روا رکھا اور جن لوگوں نے انکے اس عقیدے پر انکی موافقت نہ کی انکو بھی کافر قرار دیا۔اور نتیجتاً مسلمانوں سے جنگیں کیں انہیں قتل کیا اور انکے مال لوٹے۔

وجہ یہ تھی کہ وہ قرآن وسنت کے نصوص کے بعض ٹکڑے لے اڑے، تمام نصوص کو جمع نہ کیا اور نہ انکے فہم میں صحابہ کا منہج اپنایا۔جبکہ صحابہ اور اہل سنت والجماعت کا موقف جو قرآن وسنت کے نصوص کے جمع اور اسکی گہری فہم پر مبنی ہے کہ مرتکب کبیرہ گنہ گار اور فاسق ہے پر وہ اسلام سے خارج نہیں ہے اور اگر وہ دنیا میں توبہ کرلے تو بھی اسکے گناہ معاف ہوسکتے ہیں اور اگر بلا توبہ اسکا انتقال ہوجائے تو وہ اللہ کی مشیت پر ہے چاہے تو اللہ رب العزت کسی سبب سے اسکے گناہ معاف کرکے اسے براہ راست جنت میں داخل کردے یا وہ اپنے گناہوں کی سزا جہنم میں کاٹ کر پھر جنت میں داخل ہو۔

بہرحال خواج کی انتہاء پسندی نے اسلام کو کمزور کیا اور اس فکر کے ماننے والے ہمیشہ اسلام کو کمزور کرنے کا سبب بنتے رہیں گے چاہے انہیں اسکا احساس ہو یا نہ ہو۔اسلام حکومتوں سے مضبوط ہوتا ہے گرچہ ان میں کچھ کوتاہیاں ہوں اور ناسمجھ،کم علم،کم فہم جذباتی گروہوں کی اچھل کود سے کمزور اور رسوا ہوتا ہے۔یا لیت قومی یعلمون۔

منہجی غلو کے بہت سے پہلوؤں میں سے ایک پہلو مصادر تلقی کے انتخاب میں غلطی اور علمائے کرام اور ائمہ عظام کو شارحین شریعت نہ مان کر شارعین مان لینا بھی ہے۔قرآن کا حکم تو تھا کہ اگر کسی عامی کو شریعت کا کوئی مسئلہ نہ معلوم ہو تو وہ علماء سے دریافت کرلے اور وہ کتاب وسنت کی روشنی میں اسے مسئلے کا حل تجویز کریں۔جیسا کہ ارشاد ہوا: فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل:۴۳) ترجمہ:''اگر نہیں جانتے ہو تو علم والوں سے پوچھ لو''۔اب کر یہ دیا گیا کہ بعض اہل علم کی باتوں کو ہی دلیل بنا دیا گیا اور اختلافی مسائل میں اسی امام کی رائے واجب التسلیم ٹھہری جس کے آپ ماننے والے ہیں چاہے اس مسئلہ میں دلائل کتاب وسنت سے اسکی رائے کا مرجوح ہونا آپ پر آشکارا بھی ہوجائے۔کیا یہ ویسا ہی غلو نہیں ہے جیسا اللہ رب العزت نے اہل کتاب کے بارے میں فرمایا: اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ (التوبة:۳۱) ترجمہ:''اورانہوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اپنا رب بنالیا''۔اور عالموں کو رب بنانے کا مطلب ہی یہی ہے کہ انکی باتوں کو بلا دلیل تسلیم کرلیا جائے اور اس تسلیم کے لئے انکی عظمت و بزرگی اور علم وتفقہ کے قصیدے پڑھے جائیں۔اور انہیں اس مقام پر فائز کردیا جائے۔کہ نعوذ باللہ انکے یہاں کسی غلطی کا امکان ہی نہیں۔اب اگر کوئی کہے کہ ہم کسی ایک فرد کے بارے میں ایسا نہیں کہتے بلکہ ہمارے مسلک میں شاگردوں نے امام کی مخالفت بھی کی ہے تو پھر بھی سوال یہ رہے گا کہ کیا حق چند افراد کے اندر محصور ہے؟

بہرحال یہ بھی انتہاء پسندی کا ایک رخ ہے جس سے امت صدیوں سے جوجھ رہی ہے اور جوامت کے بازو کو کمزور کرنے کے جملہ اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

انتہاء پسندی کی ایک شکل عبادت میں غلو اور شدت ہے۔ اور یہ چیز بھی انسانی نفسیات بلکہ اسکی کمزوری کو بیان کرتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ صرف نیت کی درستی اور ارادوں کا نیک ہونا کافی نہیں ہے بلکہ آسمانی تعلیمات کے بغیر بعض دفعہ جب انسان رب کی رضا وخوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے تو رب کے بتائے ہوئے نظام سے بھٹک جاتا ہے وہ اپنا بھی نقصان کرتا ہے اپنوں کے حقوق بھی ضائع کرتا ہے اور اکثر تھک ہار کر نیکی کے راستے ہی سے کنارہ کش ہوجاتا ہے۔

اللہ رب العزت نے انسانوں وجنوں کی تخلیق کا مقصد اپنی عبادت تو بتایا ہے مگر کسی نبی کو دنیا اور اسکی سرگرمیوں سے کنارہ کشی کی تعلیم دیکر نہیں بھیجا اور کبھی اس راستے نجات اور نروان حاصل نہیں کیا جاسکتا یہ تو کاروبار حیات سے راہ فرار اور بزدلی ہے۔ چنانچہ نصاریٰ کی رہبانیت کو انکی طرف منسوب کرتے ہوئے رب کائنات نے فرمایا: وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (الحديد:۲۷) ترجمہ: ''اور ترک دنیا جسے انہوں نے خود ایجاد کیا تھا ہم نے ان پر یہ عائد نہیں کیا تھا ہاں وہ اللہ کی رضا چاہتے تھے پر وہ اسکی کما حقہ رعایت نہ کرسکے''۔ یہ ابلیس کا ایک الگ پینترا ہے کبھی وہ حضرت انسان کے پاس دین بیزاری کے راستے سے آتا ہے اور کبھی دین وعبادت میں انتہاء پسندی کی راہ سے۔ **وخیر الامور اوسطھا۔**

بہر حال دور رسالت میں بھی عبادت گذاری اور ترک دنیا کے رجحانات پائے گئے جیسا کہ اس طرح کے واقعات کتب احادیث میں جابجا ملتے ہیں لیکن صاحب شریعت رسول اکرم ﷺ نے فوری طور پر اور مطلوب سختی کے ساتھ انتہاء پسندی کے ان رجحانات کو انکی کوکھ ہی میں دفن کردیا اور عہد نبوی کا معاشرہ انتہاء پسندی کے تمام جراثیم سے پاک وصاف رہا۔

صاحب رسالت نے کس طرح اس فتنے کا سر کچلا ہے اسکا ایک نمونہ پیش خدمت ہے: انس بن مالک - رضی اللہ عنہ - فرماتے ہیں تین حضرات اللہ کے رسول ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں پہ آئے وہ اللہ کے رسول ﷺ کی عبادت کے بارے میں پوچھ گچھ کررہے تھے جب انہیں اللہ کے رسول ﷺ کی عبادت کے بارے میں بتلایا گیا تو انہوں نے آپ کی عبادت کو کم سمجھا اور کہا کہ ہم کہاں اور نبی ﷺ کہاں آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف کردئے گئے ہیں۔ (ہمارا معاملہ ایسا نہیں ہے اسلئے ہمیں اور زیادہ عبادت کرنی چاہئے) چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا میں ہر رات جاگ کر عبادت میں گذاروں گا۔ دوسرے نے کہا میں روز روزہ رکھوں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں کے قریب بھی نہ جاؤں گا سو شادی ہی نا کروں گا۔ پھر رسول اکرم ﷺ تشریف لائے اور آپ نے کہا تمھیں لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اسکی خشیت رکھنے والا ہوں لیکن میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں۔ رات کو نفلی نمازیں بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ تو جو میرے اس راستے سے ہٹے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (صحيح البخاري: ۵۰۶۳)

غلو کی ایک قسم افتاء یعنی فتویٰ دینے میں غلو بھی ہے۔ بعض حضرات دین میں احتیاط کے نام پر بھی فتوؤں میں غلو کرتے ہیں۔ مثلاً رمضان کے مہینے میں افطار کا وقت ہوجانے کے بعد بھی احتیاط کے نام پر ۵ سے ۱۰ منٹ کے بعد افطار کرنے کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ نماز وغیرہ کو لے لیجئے کہ احتیاط کے نام پر کہ جو دل میں ہے وہ زبان پر بھی رہے اس واسطے خود ساختہ الفاظ کے ذریعہ نیت کرنے کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح حج کے موقعہ پر عورتوں کو نقاب پہننے کی ممانعت ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر چہرے پر دوپٹہ آجائے تو کسی محظور کا ارتکاب مانا جائے گا۔ لیکن بعض حضرات عورتوں کو سر کے اوپر چھجہ لگانے کا فتویٰ دیتے ہیں کہ کہیں اوڑھنی چہرے پر نہ لگ جائے۔ اور ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔ جہاں احتیاط اور فتنے کا خوف کہہ کر جائز چیزوں سے لوگوں کو روک دیا گیا۔

بہر حال اہل فتویٰ کو فتویٰ دیتے وقت مندرجہ ذیل حدیث کو ملحوظ

خاطر رکھنا چاہئے: عائشہ -رضی اللہ عنہا- فرماتی ہیں اگر اللہ کے رسول ﷺ کو دو چیزوں میں اختیار دیا جاتا جن میں ایک چیز دوسرے سے سہل وآسان ہوتی تو آپ ﷺ آسان چیز کو اختیار فرماتے اگر وہ گناہ نہ ہوتی اگر وہ گناہ ہوتی تو آپ اس سے سب زیادہ دور رہنے والے ہوتے۔ (صحیح البخاری: ۴۲۰۶، صحیح مسلم: ۲۳۲۷)

غلو کی ایک صورت تقشف کا دینداری کا لبادہ اوڑھ کر اپنے چہرے کو شکن آلود رکھنا، بھویں چڑھائے رکھنا، لوگوں کو خشمگیں نگاہوں سے گھورنا، کرخت لہجے میں گفتگو کرنا۔ ہمیشہ لوگوں کو ڈانٹنا ڈپٹنا۔ اور خلاصہ کلام یہ کہ مصنوعی سنجیدگی اپنے اوپر طاری رکھنا اور اسے دینداری سے تعبیر کرنا جبکہ اسلام کی تعلیمات اسکے منافی ہیں آپ ﷺ نے تو اپنے بھائی کے سامنے مسکرانے کو بھی صدقہ قرار دیا ہے۔ (سنن الترمذی: ۱۹۵۶ وصححه الالبانی)، جریر -رضی اللہ عنہ- کہتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ جب بھی مجھے دیکھتے مسکرا دیتے۔ (صحیح البخاری: ۵۳۰۳) اور آپ ﷺ کہا کرتے تھے تم میں سب سے بہترین وہ ہیں جنکے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۶۰۳۵)

یہ غلو وانتہاء پسندی کی چند شکلیں تھیں اور اگر ہم غور کریں تو ہمیں اس انتہاء پسندی کے کچھ اسباب بھی سمجھ میں آتے ہیں اور انہیں سمجھنا ضروری بھی ہے تا کہ اسکا علاج کیا جا سکے یوں تو اسباب بہت کچھ ہو سکتے ہیں جس کی وجہ سے کوئی شخص انتہاء پسند بنا، اس میں سبب بچپن کے حالات بھی ہو سکتے ہیں، معاشرے کا ماحول بھی اسکا سبب بنتا ہے اور ملک ودنیا کے سیاسی حالت کا بھی اس میں کوئی نہ کوئی رول ہوتا ہے مگر بنیادی طور پر دینی انتہا پسندی کے چند اہم اسباب ہیں۔

ایک اہم سبب دینی وشرعی معلومات کی کمی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ سطحی طور پر دین کی کچھ باتوں کی جانکاری حاصل کرتے ہیں ان میں علوم آلہ کا فقدان ہوتا ہے اور علمائے کرام کی طرف رجوع کئے بغیر من مانے انداز میں دین کی تشریح کرنے لگتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اسکی تبلیغ کرتے ہیں۔ اور بعض مرتبہ تمام نصوص پر نظر نہ ہونے، فہم نصوص کی صلاحیت کے فقدان اور نصوص میں صحت وضعف کی تمیز نہ ہونے کی وجہ سے فتنے میں پڑ جاتے ہیں۔

دوسری اہم وجہ ہوی پرستی ہے۔ یعنی اپنی مرضی سے دین کو سمجھنا، اس میں شخصیات کے متعلق تعصب بھی شامل ہے کہ انسان کسی ایک عالم یا نیم عالم کو اپنا پیشوا مان لیتا ہے اور اسکا اندھا پیروکار ہو جاتا ہے اور انٹرنیٹ نے اس رجحان کو بہت بڑھاوا دیا ہے۔

اس میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کسی فکر سے متاثر ہو جاتا ہے پھر وہ کتنی ہی خطرناک اور کتاب وسنت سے دور ہو وہ اسکی تائید کرتا ہے اور اسکے کے لئے دور کی کوڑیاں لاتا ہے اپنے موقف کو بہر صورت ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بلکہ وہ اس کوشش میں معتبر علمائے کرام کو ناسمجھ کنویں کا مینڈک، لکیر کے فقیر، ڈرپوک اور نہ جانے کن کن القاب سوء سے نوازتا ہے۔

ایک اہم وجہ جذباتیت بھی ہے۔ علم کی کمی اور خواہشات کے وفور پر جب جذباتیت کا سہ آتشہ ہو تو حالات زیادہ خراب ہو جاتے ہیں۔ یہ کیفیت نوجوانوں میں زیادہ ہوتی ہے اسی لئے خوارج کے بارے میں کہا گیا **احداث الاسنان، سفہاء الاحلام۔**

انتہاء پسندی کا مختصر اعلاج یہ ہے کہ: لوگوں کو کتاب وسنت کی دعوت دی جائے ہر قسم کے تعصب سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔

لوگوں میں کتاب وسنت کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور لوگوں میں علمائے راسخین کی طرف رجوع کرنے کا رجحان پیدا کیا جائے۔

خصوصاً علمائے کرام اور نوجوانوں کے درمیان تعلقات میں پائیداری اور گرم جوشی پیدا کی جائے۔

والدین اپنے بچوں کے دینی رجحانات پر توجہ دیں اور بطور خاص انٹرنیٹ پر وہ کیا سرچ کرتے ہیں کن سے دینی معلومات حاصل کرتے ہیں اس پر باریک نظر رکھیں۔ اگر انہیں کچھ عجیب لگے تو اپنے بچوں کو لیکر کسی قریبی مستند عالم سے ملیں۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو انتہاء پسندی اور اسکے برے اثرات سے محفوظ رکھے۔ آمین

عقیدہ ومنہج

اسماء وصفات کے باب میں اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ

اشفاق احمد سنابلی (استاد المومن اسکول، ممبئی)

سلفیت اور اس کے منہج اور سلف صالحین کے مختصر تعارف کے بعد اسماء وصفات باری تعالیٰ میں ان کے عقائد پر روشنی ڈالنے سے پہلے اہل سنت والجماعت کی اصطلاح کا بھی مختصر ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے لہٰذا اسی وجہ سے اس تحریر کا موضوع بجائے سلف صالحین کا عقیدہ رکھنے کے اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اہل السنہ کی اصطلاح اور اس کے عام وخاص مدلولات کی روشنی میں کئی ایک باطل فرقے ازخود سلف صالحین اور اہل السنہ والجماعہ کے دائرہ سے نکل جاتے ہیں۔

اہل السنہ کی تعریف: علماء کرام کبھی کبھی ''اہلسنت والجماعت'' کا استعمال ''سلف'' کی جگہ پر کرتے ہیں البتہ یہ اصطلاح دو معنیٰ کو شامل ہے۔

اہل السنہ والجماعت کا خاص معنیٰ: ایسی صورت میں یہ اصطلاح بعینہٖ لفظ سلف کے مفہوم میں مستعمل ہوتی ہے پس اہل سنت والجماعت سے مراد صحابہ وتابعین اور تبع تابعین اور جو افراد بھی ان کے منہج پر چلیں۔

اس مدلول کی روشنی میں ''سنت سے مراد دین کا صحیح راستہ جس پر رسول ﷺ اور خلفاء راشدین تھے۔ اور جو اس راستے پر چلے وہ اہل السنہ کہلائے''۔

البتہ اکثر وبیشتر ''سنت'' مسائل عقائد کے ساتھ خاص ہوتا ہے کیونکہ یہی اصل دین ہے اور اس میں ان کی مخالفت کرنے والا سنگین ہلاکت کے راستے پر ہوگا۔

''جماعت'' سے مراد اتحاد ہے جو افتراق وانتشار کی ضد ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۱۵۷/۳)

یہاں جماعت سے مراد جماعت المسلمین ہے جو صحابہ کرام، تابعین عظام اور قیامت تک ان کی پیروی کرنے والے لوگوں پر مشتمل ہے۔

اہل الحدیث، فرقہ ناجیہ، طائفہ منصورہ، اہلسنت والجماعت کے مختلف نام ہیں جن کا امتیاز یہ ہے کہ وہ روایۃً، درایۃً، اتباعاً حدیث سے خصوصی شغف رکھتے ہیں، حدیث کو نظر ورائے پر مقدم کرتے ہیں۔ (مجموع الفتاوی: ۳۴۷/۳)

چنانچہ اہلسنت والجماعت کی اس تعریف کی روشنی میں بدعتی اور خواہشات کی پیروی کرنے والی جماعت الگ ہوجاتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی اس آیت: يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ (آل عمران:۱۰۶) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس دن اہل سنت والجماعت کے چہرے روشن اور اہل بدعت اور نبی وصحابہ وتابعین کے راستے سے ہٹے ہوئے لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳۹۰/۱)

اہلسنت والجماعت کا عام معنیٰ: اس معنیٰ میں بعض بدعتی جماعتیں بھی کسی خاص مسئلے میں سلف کی موافقت کرنے کی وجہ سے اہلسنت میں شامل ہوجاتی ہیں لیکن یہ معنیٰ بہت ہی کم استعمال ہے۔ اور اس کے استعمال کی چند شروط ہیں۔

۱۔ یہ معنیٰ کسی خاص اعتقادی مسئلے میں ہوگا۔

۲۔ یہ عام معنیٰ کسی خاص جماعت کے مقابلے میں استعمال

ہوگا۔

اسے یوں سمجھنا چاہئے کہ اہلسنت والجماعت کی اصطلاح ''خلافت'' اور''صحابہ'' کے مسئلے میں روافض کے مقابل استعمال کی جاتی ہے۔ پس یہاں اسلام کی طرف منسوب لوگوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا جائے گا۔

۱۔ اہلسنت والجماعۃ

۲۔ روافض،شیعہ

چنانچہ اس تقسیم کے لحاظ سے اہلسنت والجماعت کے ساتھ بعض بدعتی فرقے مثلاً اشاعرہ وغیرہ جو''خلافت'' اور''صحابہ'' کے مسئلے میں سلف کے ساتھ ہیں اہلسنت والجماعت کی موافقت کرنے کی وجہ سے ان کے ساتھ شامل ہوجاتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان دونوں معنیٰ کے تعلق سے بیان کرتے ہیں کہ: پہلے معنیٰ میں اہلسنت والجماعت کے ساتھ روافض کے علاوہ تمام لوگ مراد لئے جائیں گے اور دوسرے معنیٰ میں''اہلسنت والجماعت'' سے مراد اہلحدیث ہیں۔(مجموع الفتاوی:۳/۳۵۶)

اسماء وصفات کے باب میں اہل السنہ والجماعۃ کا عقیدہ:

اہل سنت والجماعت کا اسماء وصفات کے باب میں یہ عقیدہ ہے کہ جو بھی اسماء وصفات قرآن وسنت کے نصوص میں مذکور ہیں ان پر اثبات ونفی دونوں اعتبار سے ایمان لانا واجب وضروری ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں یا اپنے رسول کی زبانی احادیث میں جن اسموں سے اپنے آپ کو موسوم کیا یا جن صفتوں سے اپنے آپ کو متصف کیا ہے اہل سنت والجماعت اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ باری تعالیٰ کے لئے برحق ہیں اور وہ اپنی حقیقت پر محمول ہوں گے اس میں تحریف وتغیر اور تمثیل وتکییف کی قطعاً گنجائش نہیں اس طور پر اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کا خلاصہ چند نقاط کی شکل میں درج ذیل ہے۔

۱۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی ذات کو اپنی کتاب میں یا اپنے رسول ﷺ کی زبانی جن ناموں سے موسوم کیا ہے اہل سنت والجماعۃ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو انھیں ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ نہ تو انمیں کمی کرتے ہیں اور نہ ہی زیادتی۔

۲۔ جن صفات کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی ذات سے نفی کی ہے اہل سنت والجماعۃ اسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے الگ رکھتے ہیں ساتھ ہی ساتھ نفی کے ضد اور مخالف چیز کو باری تعالیٰ کے لئے بدرجہ کمال ثابت کرتے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں:''**لايوصف الله إلا بما وصف به نفسه أو وصفه به رسوله، لايتجاوز القرآن و الحديث**''۔ (جامع المسائل لابن تيمية-عزير شمس-(۳/۱۹۵)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو انہیں صفات سے متصف کیا جائے گا جن صفات سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو متصف کیا ہے یا اس کے رسول نے اسے متصف کیا ہے قرآن وسنت سے تجاوز کرنا ہرگز درست نہیں ہوگا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وطريقة سلف الأمة وأئمتها: أنهم يصفون الله بما وصف به نفسه وبما وصفه به رسوله: من غير تحريف ولا تعطيل، ولا تكييف ولا تمثيل: إثبات بلاتمثيل، وتنزيه بلا تعطيل، إثبات الصفات، ونفي مماثلة المخلوقات، قال تعالى: ليس كمثله شيء فهذا رد على الممثلة وهو السميع البصير (سورة الشورى:۱۱) **رد على المعطلة.**

سلف صالحین اور ائمہ کرام کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو انہیں صفات سے متصف کرتے ہیں جن صفات سے اللہ رب العالمین نے یا اس کے رسول نے اللہ کو متصف کیا ہے ،تحریف وتعطیل اور تکییف وتمثیل سے اجتناب کرتے ہیں، اس کی صفات کو اس طرح سے ثابت کرتے ہیں کہ اس میں تمثیل نہیں ہوتی اور اس انداز سے عیوب سے منزہ کرتے ہیں کہ انمیں تعطیل نہیں ہوتی ان کا مدار صفات کو ثابت کرنے اور مخلوقات سے

مماثلت کی نفی پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لیس کمثلہ شیء" اس جیسی کوئی چیز نہیں اس آیت میں ممثلہ کی تردید ہے اور "وھو السمیع البصیر" اور وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ اس میں معطلہ کی تردید کی گئی ہے۔ (سورہ شوریٰ: ۱۱) (منہاج السنۃ النبویۃ (۵۲۳/۲)

اس طور پر اہلسنت والجماعت صفات کے باب میں دو اہم بنیادوں پر قائم ہیں:

۱۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ صفات نقص سے کلی طور پر پاک ہے۔ جیسے اونگھ، نیند وغیرہ۔

۲۔ اس کی جو بھی صفات ہیں اس میں باری تعالیٰ درجہ کمال کی حد تک متصف ہے مخلوقات میں سے کوئی بھی چیز اس کی کسی بھی صفت میں اس کی طرح نہیں ہے۔

اہلسنت کے ان اصول کے دلائل:

۱۔ لَيۡسَ كَمِثۡلِهِ شَيۡءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الۡبَصِيرُ (الشوریٰ: ۱۱) اس جیسی کوئی چیز نہیں۔ اور وہ دیکھتا سنتا ہے۔

نفی: "لَيۡسَ كَمِثۡلِهِ شَيۡءٌ"۔ اس جیسی کوئی چیز نہیں۔

اثبات: "وَهُوَ السَّمِيعُ الۡبَصِيرُ"۔ اور وہ دیکھتا سنتا ہے۔

۲۔ وَتَوَكَّلۡ عَلَى الۡحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (الفرقان: ۵۸) اور اس زندہ پر بھروسہ رکھو جسے (کبھی) موت نہیں آئیگی۔

اثبات: وَتَوَكَّلۡ عَلَى الۡحَيِّ

نفی: الَّذِي لَا يَمُوتُ

۳۔ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الۡحَيُّ الۡقَيُّومُ لَا تَأۡخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوۡمٌ ... (البقرۃ: ۲۵۵) "اللہ (وہ معبود برحق ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں زندہ، ہمیشہ رہنے والا اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند"۔

اثبات: اللّٰهُ الۡحَيُّ الۡقَيُّومُ۔

نفی: لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ "لَا تَأۡخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوۡمٌ لَهُ"۔

اثبات صفات کے سلسلے میں سنت کے دلائل:

"يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ يَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي، فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ، مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ"۔ (صحیح البخاري (۵۳/۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "ہمارا رب ہر روز جب ایک تہائی رات کا حصہ باقی بچتا ہے تو سماء دنیا کی طرف نزول کرتا ہے اور کہتا ہے کون مجھے پکارتا ہے جس کی پکار کو میں قبول کروں، کون مجھ سے مانگتا ہے پس میں اسے عطا کروں کون مجھ سے بخشش طلب کرتا ہے پس میں اسے بخش دوں"۔

۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَمَّا قَضَى اللهُ الخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابِهِ فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ العَرْشِ إِنَّ رَحْمَتِي غَلَبَتْ غَضَبِي"۔ (صحیح البخاري: ۱۰۶/۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خلق کا فیصلہ کیا تو اپنی کتاب میں لکھ دیا جو اس کے پاس عرش پر ہے کہ یقیناً میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے"۔

نفی نقص کے سلسلے میں حدیث کے دلائل:

۱۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ:.... فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ لاَ تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلاَ غَائِبًا"۔ (صحیح البخاري (۵۷/۴) "اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کھاؤ کیونکہ تم کسی بہرے اور دور رہنے والے کو نہیں پکار رہے ہو"۔

۲۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: "أَنَّ اللهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ"۔ (صحیح البخاري (۷۱/۴) "اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہرگز کانا نہیں ہے"۔

۳۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا

یَنَامُ، وَلَا یَنْبَغِي لَهُ أَنْ یَنَامَ "۔(صحیح مسلم(۱/۱۶۱) ''اللہ رب العالمین ہرگز نہیں سوتا ہے اور نہ سونا اس کے شایان شان ہے''۔

اسماء وصفات کے باب میں اہلسنت والجماعت کی بنیادیں:

اسماء وصفات کے باب میں اہلسنت والجماعت کے عقائد تین اہم بنیادوں پر قائم ہیں۔

پہلی بنیاد: نصوص قرآن وسنت میں وارد اسماء وصفات پر اثبات ونفی ہر اعتبار سے ایمان لانا۔ چنانچہ اہلسنت والجماعت اس قاعدے کی روشنی میں معطلہ کے عقائد سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور وہ اسماء وصفات کے اثبات یا نفی میں قرآن کو ہی بنیاد بناتے ہیں اس سے تجاوز نہیں کرتے ہیں جو اسماء وصفات ثابت ہیں ان کو ثابت کرنا اور جن اسماء وصفات سے باری تعالی کی تنزیہ وارد ہے اس سے باری تعالی کو منزہ کرنا اہلسنت والجماعت کے یہاں واجب اور ضروری ہے۔

البتہ معطلہ اس باب میں ''عقل'' کو بنیاد بناتے ہیں اور عقلی شبہ ہی ان کے نزدیک قاعدہ کلیہ ہوتا ہے عقل ہی کے ذریعہ وہ صفات کو ثابت اور رد کرتے ہیں کتاب وسنت سے اعراض ہی ان کا ضابطہ ہے دلائل کو عقل کے معیار پر پرکھتے ہیں اگر ان کی عقل نص کی موافقت کرتی ہے تو قبول کرتے ہیں بصورت دیگر انکار کر دیتے ہیں۔ چنانچہ معطلہ کہتے ہیں ''نص میں غور کیا جائے گا اگر عقل اس کی تصدیق کرتی ہے تو اس کو ثابت کریں گے اور جس کو عقل محال سمجھے تو اس نص میں تاویل کیا جائے گا۔ کیونکہ احادیث صفات بیشتر غیر صحیح ہیں اور جو صحیح ہیں بھی تو وہ قطعی نہیں بلکہ تاویل کے زیادہ مناسب ہیں''۔(الاقتصاد فی الاعتقاد:۱۳۲۔۱۳۳)

چنانچہ اشاعرہ جو سات صفات کے علاوہ بقیہ صفات کا انکار کرتے ہیں وہ عقیدہ کے ابواب کو تین حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں ''الھیات''''سمعیات''و''نبوات''اور صرف الھیات کے باب میں نصوص کو قبول کرتے ہیں۔ پس اس بنیاد پر ان کی حالت درج ذیل آیت میں بیان کردہ کیفیت کے عین مطابق ہو جاتی ہے۔

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (البقرۃ۸۵) ''تم کتاب اللہ کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کئے دیتے ہو، تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں، ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو رسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں اور جو کام تم کرتے ہو، اللہ ان سے غافل نہیں''۔

دوسری بنیاد: اللہ سبحانہ وتعالی کو مخلوق سے مشابہ قرار دینے سے دور رہنا۔ اس قاعدہ کی روشنی میں اہلسنت والجماعت، معطلہ اور مشبہ دونوں کے عقائد سے الگ ہو جاتے ہیں۔

اہلسنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جن صفات سے اللہ سبحانہ وتعالی متصف ہے مخلوق میں سے کوئی بھی اس جیسا نہیں ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الشوری:۱۱)۔ ''اس جیسی کوئی چیز نہیں۔ اور وہ دیکھتا سنتا ہے''۔

لیکن مشبہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی ہم سے انھیں چیزوں سے خطاب کر سکتا ہے جسے ہم سمجھ سکیں چنانچہ باری تعالی نے جب ہمیں ''ید'' کے بارے میں بتلایا تو ہم موجودہ ''ہاتھ'' کو ہی سمجھیں گے۔ چنانچہ انہوں نے خالق کے صفات کو مخلوق کے صفات سے ملا دیا۔

البتہ ان کے برعکس معطلہ نے صفات کو مخلوق کے صفات سے سمجھنا شروع کیا پھر اس کا انکار کر دیا۔ اس طور پر معطلہ کے یہاں تشبیہ وتعطیل دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالی کو مخلوق کی مشابہت سے منزہ کرنے کے دلائل:

۱۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ (النحل:۷۴) ''تو (لوگو) اللہ کے بارے میں (غلط) مثالیں نہ بناؤ''۔

۲۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَيۡءٌ (الشوری :۱۱)۔''اس جیسی کوئی چیز نہیں''۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلِلّٰهِ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰى (النحل:۶۰)''اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے سب سے بہتر مثال ہے''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (الاخلاص:۴) ''اور کوئی اس کا ہمسر نہیں''۔

اہلسنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کوئی بھی چیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات صفات اور افعال جیسی ہرگز نہیں ہے۔(شرح الطحاویۃ:۹۹)

ابن جریر:''فَلَا تَضرِبُو الِلّٰہِ الأَمثَالَ''۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :''فَلَا تُمَثِّلُو الِلّٰہِ الأَمثَالَ، وَلَا تُشَبِّهُو الَهُ الأَشبَاہَ، فَإنَّہ لَا مِثلَ لَہُ وَلَا شِبہَ''. (تفسیر الطبری:طھجر:۱۴/۳۰۵)

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے مثال نہ بیان کرو اور نہ ہی اسے دوسری چیزوں سے مشابہ قرار دو کیونکہ اس جیسا کوئی نہیں ہے۔ اور نہ ہی اسکا کوئی مشابہ ہے''۔

تیسری بنیاد: صفات باری تعالیٰ کی کیفیت کے ادراک کی کوشش نہ کرنا۔

اہل سنت والجماعۃ باری تعالیٰ کے صفات کی کیفیت کے پیچھے نہیں پڑتے بلکہ اس کی کیفیت کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

چنانچہ کسی انسان کے لئے باری تعالیٰ کی ذات یا صفات کی کیفیت کا ادراک ممکن نہیں اگر کوئی شخص ذات وصفات کی کیفیت کے ادراک کی جرأت کرتا ہے تو اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھنے والا ہوگا۔کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی اپنی ذات وصفات کی کیفیت سے آگاہ نہیں کیا ہے۔نصوص میں جو بھی صفات وارد ہوئی ہیں اس کا مطلوب صرف ان صفات کو ثابت کرنا ہے نہ کہ کیفیت کے بارے میں کلام کرنا۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ وَلَا يُحِيۡطُوۡنَ بِهٖ عِلۡمًا (طٰہٰ:۱۱۰)''جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وہ اس کو جانتا ہے اور وہ (اپنے) علم سے اللہ پر احاطہ نہیں کر سکتے''۔

پس اس بنیاد پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عقل، باری تعالیٰ کی صفات کی کیفیت کی معرفت سے عاجز ہے کیونکہ کسی چیز یا ذات کی صفات کی کیفیت کا علم اس وقت تک محال ہے جب تک کہ اس چیز یا ذات کی کیفیت کا علم نہ ہو جائے۔اور اللہ رب العالمین کی کیفیت انسان کے محدود علم سے کہیں بلند وبرتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِيۡلًا (الاسراء:۸۵)''اور تم لوگوں کو (بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے''۔

ساتھ ہی ساتھ اللہ رب العالمین نے مومنوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ ایسے امور کے پیچھے نہ پڑیں جن کے بارے میں انہیں علم نہیں ہے۔ وَلَا تَقۡفُ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۤئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡئُوۡلًا (الاسراء:۳۶)

''اور (اے بندے) جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب (جوارح) سے ضرور باز پرس ہوگی''۔

لہٰذا باری تعالیٰ کی صفات جس کی کیفیت کا ہمیں کوئی علم نہیں ہے اس کے بارے میں کلام کرنے سے باز رہنا واجب اور ضروری ہے۔

یہ تین اہم بنیادیں ہیں جن کے مطابق اعتقاد رکھنا ہر ایک لئے ضروری ہے اس میں سے کسی کو چھوڑنا جائز نہیں ہے یہی سلف امت اور اہلسنت کا منہج ہے۔اثبات بلا تشبیہ، تنزیہ بلا تعطیل ان کا عقیدہ ہے۔اہل سنت نہ تو کتاب وسنت میں وارد اللہ تعالیٰ کے کسی اسم یا صفت کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی باری تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ قرار دیتے۔

تحقیقِ مسائل

قرآنی آیات کے جواب کا حکم

قسط (۲)

کفایت اللہ سنابلی

فرض نماز میں جواب:

فرض نمازوں میں صرف اور صرف سورہ فاتحہ کے اختتام پر امام ومقتدی کا آمین کہنا ثابت ہے۔

امام بخاری (المتوفی:۲۵۶) نے کہا:

"حدثنا عبد اللہ بن یوسف، قال: أخبرنا مالک، عن ابن شهاب، عن سعيد بن المسيب، وأبي سلمة بن عبد الرحمن، أنهما أخبراه، عن أبي هريرة: أن النبي ﷺ قال: إذا أمن الإمام، فأمنوا، فإنه من وافق تأمينه تأمين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه"۔

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ کیونکہ جس کی آمین ملائکہ کے آمین کے ساتھ ہوگئی اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔" (صحيح البخاري: ۱/۱۵۶، رقم: ۷۸۰)

اس کے علاوہ فرض نمازوں میں امام یا مقتدی کے لئے کسی اور آیت کا جواب دینا اللہ کے نبی ﷺ کی احادیث سے ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا ایسا کرنا غیر مسنون ہے۔

فرض نماز میں سورہ اعلیٰ کی پہلی آیت کا جواب اور ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا اثر:

صحابہ میں صرف ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے متعلق صراحت کے ساتھ یہ بات ملتی ہے کہ انہوں نے جمعہ کی نماز میں جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى پڑھا تو کہا "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى"۔ چنانچہ:

امام ابن أبي شیبہ رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۵) نے کہا:

"حدثنا عبدة بن سليمان، عن مسعر، عن عمير بن سعيد، قال: صليت مع أبي موسى الجمعة، فقرأ: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، فقال: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" وهو في الصلاة"۔

"عمیر بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی تو انہوں نے جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر) پڑھا تو کہا "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" (میرا بلند اللہ بہت ہی پاک ہے) ایسا انہوں نے نماز کے اندر کیا۔ (مصنف ابن أبي شيبة، ت الحوت (۲/۲۴۷) وإسناده صحيح وأخرجه البيهقي في سننه (۲/۳۱۱) والمستغفري في فضائل القرآن (۱/۱۷۸) من طريق وكيع وأخرجه عبد الرزاق في مصنفه (۲/۴۵۱) من طريق الثوري، كلاهما (وكيع والثوري) عن مسعر به، وأخرجه أيضا أبو عبيد في فضائل القرآن ص: (۱۵۴) وسعيد بن منصور في سننه (۸/۳۲۱) من طريق حجاج عن عمير به)

اس اثر سے متعلق سب سے پہلے یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے خود قرأت کرنے کے بعد سورہ اعلیٰ کی پہلی آیت کا جواب دیا تھا یعنی امام کی صورت میں آپ نے اس پر عمل کیا تھا لہٰذا اس اثر میں مقتدی حضرات کے لئے دور دور تک کوئی دلیل نہیں ہے۔

رہا امام اور منفرد کی صورت میں اس پر عمل کرنا تو زیادہ سے زیادہ اسے کبھی کبھار کے لئے جائز قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اسے

مؤکد عمل اور سنت راتبہ کی حیثیت نہیں دی جاسکتی کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ سے فرض میں ایسا کچھ ثابت نہیں ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس سلسلے کی ابوداؤد اور بیہقی کی ایک مرفوع روایت جو عام تھی اور ان کی تحقیق میں صحیح تھی اس کی بنیاد پر لکھا کہ: ”ابو داؤد و البیھقی بسند صحیح، وھو مطلق، فیشمل القراءۃ فی الصلاۃ وخارجھا، والنافلۃ والفریضۃ۔ وقد روی ابن أبی شیبۃ (۲/۲/۱۳۲) عن أبی موسی الأشعری والمغیرۃ: أنھما کانا یقولان ذالک فی الفریضۃ. ورواہ عن عمر وعلی إطلاقا“

”اسے ابوداؤد اور بیہقی نے بسندِ صحیح روایت کیا ہے اور یہ مطلق ہے لہذا نماز کے اندر اور باہر اسی طرح نفل اور فرض سب نماز کو شامل ہے اور ابن ابی شیبہ نے ابوموسیٰ الاشعری اور مغیرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ حضرات اسے فرض نماز میں پڑھتے تھے اور عمر و علی رضی اللہ عنہما سے مطلق طور پر روایت کیا ہے“۔ (صفۃ صلاۃ النبی ﷺ: ص:۹۲، أصل صفۃ صلاۃ النبی ﷺ: ۱/۴۱۰)

عرض ہے کہ یہ مرفوع روایت جو اطلاق کے ساتھ مروی ہے یہ ضعیف ہے جیسا کہ ضعیف روایات کے بیان میں اس کی مفصل تحقیق آرہی ہے لہذا اس روایت کی بنیاد پر قائم علامہ البانی رحمہ اللہ کا یہ موقف بھی درست نہیں ہے۔ رہی بات ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے اثر کی تو چونکہ اس کی تائید میں مروی مرفوع روایت ضعیف ہے لہذا یہ بھی مسنونیت کی دلیل نہیں بن سکتی۔

اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کے جس اثر کو ابن ابی شیبہ کی طرف منسوب کیا ہے تو یہ علامہ البانی رحمہ اللہ کا وہم ہے مصنف ابن ابی شیبہ میں مغیرہ رضی اللہ عنہ کا ایسا کوئی عمل سرے سے منقول ہی نہیں ہے۔

البتہ عروۃ بن المغیرہ الکوفی تابعی رحمہ اللہ کا ایسا عمل منقول ہے۔ دیکھئے: (مصنف ابن أبی شیبۃ، إشبیلیا: ۵/۳۹۵)

غالباً انہیں کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سمجھ لیا واللہ اعلم۔

اور رہی عمر رضی اللہ عنہ سے مطلق روایت تو یہ منقطع وضعیف ہے۔ جیسا کہ ضعیف روایات کے بیان میں اس کی تفصیل آرہی ہے۔

اور رہا علی رضی اللہ عنہ کا اثر تو ماقبل میں وضاحت ہوچکی ہے کہ اس کا نفل نماز سے متعلق ہونا ہی قرین صواب ہے۔

واضح رہے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے یہاں صرف امام کے بارے میں اس عمل کی مشروعیت کی بات کہی ہے لیکن مقتدی کے لئے اس عمل کو علامہ البانی رحمہ اللہ بھی مشروع نہیں قرار دیتے جیسا کہ آگے مقتدی کی بحث میں ان کے الفاظ آرہے ہیں۔

الغرض فرض نماز میں قرآنی آیات کے جواب سے متعلق اللہ کے نبی ﷺ سے آمین کے علاوہ کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ اور صحابہ کرام میں صرف اور صرف ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے امام ہونے کی صورت میں سورہ اعلیٰ کی پہلی آیت کا جواب ثابت ہے جس سے زیادہ سے زیادہ فرض نماز میں امام کے لئے کبھی کبھار اس کے جواز کی گنجائش نکلتی ہے لیکن اسے سنت قرار دینے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

نماز میں مقتدی کے لئے قرآنی آیات کا جواب دینے کا حکم:

سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنے کے علاوہ مقتدی کے لئے نماز میں کسی آیت کا جواب دینا کسی بھی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ ماقبل میں مذکور ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کے اثر میں بھی صرف امام کی حیثیت سے سورہ اعلیٰ کی پہلی آیت کے جواب کی بات ہے۔

مقتدی کے لئے آمین کے علاوہ دیگر آیات کا جواب دینا اللہ کے نبی ﷺ یا صحابہ کرام یا تابعین عظام سے ثابت نہیں ہے۔ لہذا آج جن مساجد میں مقتدی حضرات بھی قرآن کی عام آیات کا جواب دیتے ہیں وہ سنت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک نئی ایجاد کردہ بات پر عمل کرتے ہیں جس کی تائید میں صحیح تو درکنار کوئی ضعیف حتیٰ کہ موضوع اور من گھڑت روایت بھی نہیں ہے۔ لہذا

ایسے عمل سے اجتناب ضروری ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ جنھوں نے ایک ضعیف مرفوع روایت کی بنا پر فرض نماز میں بھی بعض خاص آیات کے جواب کو مشروع قرار دیا ہے انہوں نے بھی مقتدی حضرات کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے، علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قلت: الظاهر استحباب ذالک لکل مصلٍ إلا للمؤتم، فإنه إذا قال:" سُبحَانَ رَبِّیَ الأَعْلٰی"، انشغل بذالک عن الإنصات المأمور به في قوله تعالٰی: وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ "

"میں (علامہ البانی) کہتا ہوں: بظاہر یہ عمل ہر نمازی کے لئے مستحب ہے سوائے مقتدی کے کیونکہ مقتدی اگر "سُبحَانَ رَبِّیَ الأَعْلٰی" کہے گا تو وہ انصات (خاموشی اختیار کرنے) پر عمل نہیں کر سکے گا جس کا حکم اللہ نے اپنے اس قول میں دیا ہے: "اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو"۔ (۷/الأعراف: ۲۰۴)" (أصل صفة صلاة النبی ﷺ: ۱/۴۰۸)

عرض ہے کہ مقتدی کو تو خود علامہ البانی رحمہ اللہ نے مستثنیٰ کر دیا ہے رہا امام کا مسئلہ تو اس تعلق سے علامہ البانی رحمہ اللہ کی مستدل مرفوع حدیث ضعیف ہے۔ جیسا کہ آگے تفصیلی تحقیق آ رہی ہے۔

حیرت ہے کہ امام تک کے لئے اس عمل کے مسنون ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور بعض لوگ مقتدی حضرات کو بھی اس عمل کی دعوت دیتے ہیں اور اس کے لئے عجیب و غریب شبہات پیش کرتے ہیں، ذیل میں ان شبہات کا ازالہ پیش خدمت ہے:

پہلا شبہ:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مقتدی کے لئے جواب دینے کی ممانعت ثابت نہیں ہے اس لئے وہ بھی اس پر عمل کر سکتے ہیں۔

ازالہ:

عرض ہے کہ عبادات میں اصل ممانعت ہی ہے اس لئے منع کرنے والے کے لئے صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ یہ عمل ثابت نہیں ہے۔ اور نماز جیسی عبادات میں تو خصوصی حکم ہے کہ اس میں صرف اتنا ہی کیا جا سکتا ہے جتنا ثابت ہو، نماز شروع کرتے وقت پہلی تکبیر کا نام ہی تکبیر تحریمہ ہے جس کا مطلب ہے کہ نماز شروع ہونے کے بعد اب ساری چیزیں نمازی پر حرام ہو چکی ہیں صرف اتنا ہی کرنا ہے جتنا ثبوت ملے۔

دوسرا شبہہ:

یہ قاعدہ ہے کہ امام مقتدی اور منفرد اسی طرح مفترض اور متنفل سب کے لئے نماز کے احکام برابر ہیں ایک کے لئے کوئی عمل ثابت ہو گیا تو سب کے لئے مشروع ہوگا۔

ازالہ:

اولاً: اس قاعدہ کی رو سے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ منفرد کے لئے اپنی ذاتی قرأت پر جواب دینا ثابت ہے لہٰذا ہر نمازی ہر طرح کی نماز میں اپنی ذاتی قرأت پر جواب دے سکتا ہے۔ مثلاً متنفل ہو یا مفترض، منفرد ہو یا امام ہو یا مقتدی سب کے سب اپنی ذاتی قرأت پر جواب دے سکتے ہیں۔

لیکن رہا یہ مسئلہ کہ نماز میں قاری کوئی اور ہو اور جواب کوئی اور دے تو یہ صورت کسی بھی نمازی کے لئے کسی بھی نماز میں ثابت نہیں ہے نہ نفل میں نہ فرض میں، نہ منفرد کے لئے نہ امام کے لئے نہ مقتدی کے لئے۔ اس لئے جب یہ صورت (دوسرے کی قرأت پر جواب دینا) کسی بھی نماز میں کسی بھی نمازی کے لئے سرے سے ثابت ہی نہیں تو خواہ مخواہ یہ قاعدہ بیان کرنے کی کیا تک ہے کہ نماز کے احکام سب کے لئے برابر ہیں۔

ثانیاً: یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ان احکام سے ہے جن کے کسی ایک نماز یا نمازی کے ساتھ مخصوص ہونے کی دلیل نہ ملے، لیکن جس عمل کے بارے میں دلیل مل جائے کہ یہ صرف کسی خاص نماز یا خاص نمازی کے لئے ہی ہے تو ایسے عمل میں اس طرح کے عموم کی بات نہیں کی جائے گی۔ مثلاً فرض نماز میں امام

تکبیرات جہراً پڑھتا ہے لیکن امام پر قیاس کرتے ہوئے مقتدی، ومنفرد اور نفل پڑھنے والے کے لئے بھی جہراً تکبیرات پڑھنا درست نہیں، اسی طرح جہری نماز میں امام کی قرأت کے وقت مقتدی کو مازاد علی الفاتحہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے لیکن یہ حکم منفرد کے لئے نہیں ہے۔

نیز جس عمل کے بارے میں کوئی قرینہ مل جائے کہ یہ صرف کسی خاص نماز یا خاص نمازی کے لئے ہی ہے تو ایسے عمل میں اس طرح کے عموم کی بات نہیں کی جائے گی، مثلاً قرآنی آیات کے جواب میں مقتدی کے استثناء کا قرینہ یہ ہے کہ نبی ﷺ، صحابہ وتابعین وسلف میں کسی نے بھی مقتدی کو اس عموم میں شامل نہیں کیا ہے لہٰذا سلف کے متفقہ فہم وعمل کے خلاف عموم سے استدلال کی گنجائش نہیں ہے۔

اس کو مثال سے یوں سمجھیں کہ فرض نماز میں جماعت بنانا ثابت ہے اسی طرح نفل نماز میں بھی جماعت بنانا ثابت ہے، اسی طرح کچھ لوگ فرض پڑھنے والے ہوں کچھ نفل پڑھنے والے ہوں تو ان کے لئے بھی جماعت بنانا ثابت ہے۔ لیکن نماز سے قبل اور بعد کی جو سنن رواتب ہیں ان کو جماعت سے پڑھنے کا ثبوت نبی ﷺ، صحابہ وتابعین وسلف میں کسی سے نہیں ملتا لہٰذا سلف کے متفقہ فہم وعمل کے خلاف عموم سے استدلال کرتے ہوئے سنن رواتب کو جماعت سے پڑھنا درست نہیں ہوگا۔

ٹھیک اسی طرح مقتدی کے لئے قرآنی آیات کا جواب دینا بھی سلف کے متفقہ فہم وعمل کے خلاف ہے لہٰذا عمومات سے اس پر بھی استدلال کی گنجائش نہیں ہے۔

تیسرا شبہہ:

نماز کی بہت سی دعائیں مثلاً دعائے ثناء، رکوع وسجود کے اذکار اور جلسہ وتشہد کی دعائیں ان میں سے کسی کے تعلق سے یہ صراحت نہیں ہے کہ مقتدی بھی اس کو پڑھیں گے۔ پھر بھی یہ اذکار ودعائیں مقتدی کے لئے بھی مشروع ہیں یہی معاملہ قرآنی آیات کے جواب کا بھی ہے۔

ازالہ:

اس شبہ کے تین جوابات ہیں:

اول: رکوع، سجود، جلسہ اور تشہد وغیرہ میں پڑھے جانے والے اذکار وادعیہ کا ثبوت مرفوع احادیث میں مطلقاً نماز کے لئے وارد ہے یہاں نفل، فرض، منفرد، امام یا مقتدی میں سے کسی کی بھی تخصیص وارد نہیں ہے لہٰذا یہ چیزیں ہر نماز اور ہر نمازی کے لئے مشروع ہیں۔

لیکن قرآنی آیات کے جواب سے متعلق جو احادیث ہیں ان میں سے بعض میں نماز سے باہر جواب دینے کی صراحت ہے اور بعض میں نفل نماز کی صراحت ہے یعنی یہ احادیث خاص مواقع اور خاص نماز ونمازی سے متعلق ہی ہیں۔ لہٰذا اس خاص کو اپنی مرضی سے عام نہیں بنایا جاسکتا عام حکم بتانے کے لئے عام احادیث بھی ہونی چاہئیں جو قطعاً موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا عام اور خاص دونوں کے مسائل الگ الگ ہیں انہیں خلط ملط نہیں کرنا چاہئے۔

دوم: نماز میں اصل حکم خاموشی کا ہے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ يُكَلِّمُ الرَّجُلُ صَاحِبَهُ وَهُوَ إِلَى جَنْبِهِ فِي الصَّلَاةِ حَتَّى نَزَلَتْ وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِين (۲/البقرة:۲۳۸) فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ، وَنُهِينَا عَنِ الْكَلَامِ“۔

”ہم (پہلے) نماز میں کلام کیا کرتے تھے، ایک شخص نماز میں اپنے بغل والے شخص سے بات کرلیا کرتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِين (۲/البقرة:۲۳۸) (اللہ تعالیٰ کے لئے باادب وعاجز بنے کھڑے رہا کرو) اس کے بعد ہمیں نماز میں خاموش رہنے کا حکم دے دیا گیا اور بات چیت سے روک دیا گیا“۔ (مسلم: كتاب المساجد: باب تحريم الكلام في الصلوة... رقم :۵۳۹)

اس حدیث میں ہے ”فأمرنا بالسكوت“ یعنی ہمیں نماز میں خاموش رہنے اور کسی بھی طرح کا کلام نہ کرنے کا حکم دیا گیا، اس

میں اس بات کی دلیل ہے کہ نماز کی اصلی حالت سکوت اور خاموشی کی ہے، لہٰذا نماز کا کوئی بھی رکن ہو کوئی بھی جزء ہو ہر جگہ خاموشی ہی اپنائیں گے اور کہیں پر کچھ بھی پڑھنے کے لئے دلیل درکار ہوگی۔ اور نماز کے اندر قرآنی آیات کا جواب دینے کے لئے مقتدی کیا، امام کے لئے بھی سنت سے کوئی دلیل موجود نہیں ہے لہٰذا یہ عمل درست نہیں۔

سوم: امام کی قرأت کے وقت مقتدی کو خاموش رہنے کا تاکیدی حکم ہے اور آمین اور قرأت فاتحہ کے علاوہ مقتدی کو قرأتِ امام کے وقت کچھ بھی پڑھنے سے منع کر دیا گیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی:٢٥٦) نے کہا:

"ثنا يحيى بن يوسف، قال: أنا عبيد الله، عن أيوب، عن أبي قلابة، عن أنس، أن النبي ﷺ صلى بأصحابه، فلما قضى صلاته أقبل عليهم بوجهه، فقال: أتقرؤون في صلاتكم والإمام يقرأ؟ فسكتوا، فقالها: ثلاث مرات، فقال قائل أو قائلون: إنا لنفعل قال: فلا تفعلوا اليقرأ أحدكم بفاتحة الكتاب في نفسه"۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو نماز پڑھائی اور جب نماز ختم کی تو ان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: کیا تم لوگ اپنی نماز میں امام کی قرأت کے دوران پڑھتے ہو؟ صحابہ خاموش رہے، آپ ﷺ نے تین بار یہی سوال کیا تو بعض صحابہ نے جواب دیا: ہم ایسا کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا مت کرو البتہ تم میں سے ہر کوئی سورہ فاتحہ کو اپنے دل میں پڑھ لے۔ (القراءة خلف الإمام للبخاري: ص:٧٥ وإسناده صحيح على شرط الشيخين)

اس حدیث میں امام کی قرأت کے دوران مقتدی کو کچھ بھی پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، صرف سورہ فاتحہ پڑھنے کی اجازت دی ہے وہ بھی دل میں یعنی آہستہ۔ لہٰذا امام کی قرأت کے دوران مقتدی کو سورہ فاتحہ مع آمین پڑھنے کے علاوہ مزید کچھ پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ مقتدی کا قرآنی آیات کا جواب دینا اس حدیث کے بھی خلاف ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے یہی بات قرآن کی آیت انصات پیش کر کے کہی ہے کما مضیٰ۔

چوتھا شبہہ:

حدیث میں ہے کہ: "إنما جعل الإمام ليؤتم به" یعنی امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ (صحیح البخاری: ١/٨٥، رقم:٣٧٨)

اس لئے جب امام قرأت کا جواب دے تو مقتدی کو بھی دینا چاہے۔

ازالہ:

اول تو امام کے لئے یہ سنت ثابت نہیں پھر اقتداء کا سوال ہی نہیں رہا۔ دوسرے یہ کہ مقتدی کو امام کی قرأت کے وقت سورہ فاتحہ مع آمین کے علاوہ کچھ اور پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ تفصیل پیش کی جا چکی ہے۔

پانچواں شبہہ:

ایک حدیث میں ہے " فليصنع كما يصنع الإمام" یعنی مقتدی بھی ویسا کرے جیسا امام کرتا ہے۔ (سنن الترمذی رقم: ٥٩١)

ازالہ:

یہ حدیث ضعیف ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ (المتوفی ٢٧٩) نے کہا:

"حدثنا هشام بن يونس الكوفي قال: حدثنا المحاربي، عن الحجاج بن أرطاة، عن أبي إسحاق، عن هبيرة، عن علي، وعن عمرو بن مرة، عن ابن أبي ليلى، عن معاذ بن جبل، قالا: قال النبي ﷺ: إذا أتى أحدكم الصلاة والإمام على حال فليصنع كما يصنع الإمام"۔

"علی اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے آئے اور امام جس

حالت میں ہو تو وہ وہی کرے جو امام کر رہا ہو"۔ (سنن الترمذی ت شاکر (۲/۴۸۵، رقم: ۵۹۱) وأخرجه الطبرانی فی الکبیر (۱۳۲/۲۰)، والشاشی فی مسنده (۲۵۷/۳) من طریق المحاربی به نحوه)

سند میں "الحجاج بن أرطاة" نے "عن" سے روایت کیا ہے اور یہ چوتھے طبقے کے مدلس ہیں جن کا عنعنہ بالاتفاق مردود ہوتا ہے دیکھئے: (طبقات المدلسین لابن حجر ت القریوتی: ص: ۴۹)

دوسرے راوی "ابواسحاق السبیعی" نے "عن" سے روایت کیا ہے اور یہ تیسرے درجے کے مدلس ہیں۔ دیکھئے: (طبقات المدلسین لابن حجر ت القریوتی: ص: ۴۲)

ان کے مدلس ہونے کے بارے میں مزید تفصیل آ رہی ہے۔

اس روایت کے ضعیف ہونے کے ساتھ اس کا تعلق کچھ پڑھنے سے نہیں ہے بلکہ امام کے ساتھ شامل ہونے سے ہے۔

علاوہ ازیں مقتدی کو امام کی قرأت کے وقت سورہ فاتحہ مع آمین کے علاوہ کچھ اور پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ تفصیل پیش کی جا چکی ہے۔

چھٹا شبہ:

أحمد بن محمد بن إبراهيم الثعلبي (المتوفى: ۴۲۷) نے کہا:

"أخبرني ابن فنجويه قال: حدّثنا محمد بن إبراهيم الربيعي قال: حدّثنا إبراهيم بن عبد الله ابن أيوب المخزومي قال: حدّثنا صالح بن مالك قال: حدّثنا أبو نوفل علي بن سليمان قال: حدّثنا أبو إسحاق السبيعي عن سعيد بن جبير عن عبد الله بن عباس قال: من قرأ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى إماما كان أو غيره فليقل: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى"، ومن قرأ: لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فإذا انتهى إلى آخرها فليقل: "سبحانك اللهم بلى" إماما كان أو غيره"

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر) پڑھے خواہ امام ہو یا اس کے علاوہ ہو تو وہ کہے: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" (میرا بلند اللہ بہت ہی پاک ہے) اور جو لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ پڑھ کر ختم کرے تو کہے: "سبحانک اللهم بلى" (اے اللہ تو پاک ہے کیوں نہیں) خواہ وہ امام ہو یا کوئی اور۔ (تفسیر الثعلبی: ۹۲/۱۰، وانظر: اللباب فی علوم الکتاب: ۶۷۹/۱۹)

ازالہ:

یہ روایت ضعیف ہے اس کے درج ذیل اسباب ہیں:

اول:

"ابواسحاق السبیعی" نے "عن" سے روایت کیا ہے اور یہ تیسرے درجے کے مدلس ہیں۔ دیکھئے: (طبقات المدلسین لابن حجر ت القریوتی: ص ۴۲)

ان کے مدلس ہونے کے بارے میں مزید تفصیل آ رہی ہے۔

دوم:

"إبراهيم بن عبد الله ابن أيوب المخزومي" مجروح ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵) نے کہا:

"ليس بثقة، حدث عن قوم ثقات بأحاديث باطلة"۔

یہ ثقہ نہیں ہے، ایک ثقات کی جماعت سے اس نے جھوٹی احادیث روایت کی ہیں۔ (سؤالات السہمی للدارقطنی ط الفاروق ص: ۱۳۶)

سوم:

"محمد بن إبراهيم الربيعي" بھی ضعیف ہے۔

الحافظ أبو الفتح بن أبي الفوارس (المتوفى: ۴۱۲) نے کہا:

"فيه نظر"۔ "اس میں نظر ہے"۔ (تاریخ بغداد، مطبعة السعادة: ۴۱۴/۱ وإسناده صحيح)

چہارم:

ابواسحاق السبیعی ہی سے امام شعبہ نے اسی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے اور شعبہ کی سند میں ابواسحاق نے سماع کی صراحت بھی کی ہے لیکن ان کی روایت میں "إماما كان أو

غیرہ"۔(خواہ امام ہو یا کوئی اور) کے الفاظ نہیں ہیں۔دیکھئے:
(فضائل القرآن لابن الضریس:ص:۳۱،واسنادہ صحیح)

یہ روایت مع تخریج ماقبل میں گذر چکی ہے۔

معلوم ہوا ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت ضعیف ومنکر ہے لہذا مردود ہے۔علاوہ بریں اس حدیث میں قاری قرآن کے لئے جواب دینے کی بات کہی گئی ہے اور مقتدی قاری قرآن نہیں ہوتا۔

ساتواں شبہہ:

اُبوعُبید القاسم بن سلاّم البغدادی (المتوفی:۲۲۴) نے کہا:

"حدثنا حجاج، عن ابن جريج، قال:أخبرني عبد الله بن عثمان بن خثيم، عن يوسف بن ماهك، عن عبد الله بن السائب، قال:أخر عمر بن الخطاب كرم الله وجهه العشاء الآخرة فصليت،ودخل فكان في ظهري، فقرأت: وَالذَّارِيَاتِ ذَرْوًا (۵۱/الذاریات:۱)حتى أتيت على قوله : وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ (۵۱/الذاريات: ۲۲)فرفع صوته حتى ملأ المسجد:"أشهد"۔

"عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ عشاء کی نماز میں تاخیر کی اور میں نے نماز پڑھائی تو وہ میرے پیچھے آ گئے پھر میں نے سورہ ذاریات پڑھی اور جب آیت وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ (۵۱/الذاریات:۲۲)(اور تمہاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے) پر میں پہنچا تو انہوں نے آواز بلند کی یہاں تک مسجد گونج گئی اور کہا:"أشهد"(میں گواہی دیتا ہوں)

"۔(فضائل القرآن لأبي عبيد القاسم بن سلام ص:(۱۴۹)ومن طريق أبي عبيد أخرجه المستغفري في فضائل القرآن(۱/۱۷۴)،وأخرجه أيضا أبوعبيد في فضائل القرآن ص:(۱۴۹)من طريق جعفر بن اياس منقطعا ولفظه:"وأنا أشهد")

ازالہ:

یہ روایت ضعیف وغیر ثابت ہے۔سند میں موجود"عبداللہ بن عثمان بن خثیم"کو گرچہ متعدد محدثین نے ثقہ کہا ہے مگر ایک جماعت نے اسے ضعیف بھی کہا ہے۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وقد ضعفه طائفة"۔اسے ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے۔(مجموع الفتاوی:۲۲/۳۴۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی لکھا:

"مختلف فيه"۔اس کے ثقہ اور ضعیف ہونے میں اختلاف ہے۔(مقدمۃ فتح الباری لابن حجر:ص:۴۵۷)

امام ابن معین رحمہ اللہ(المتوفی:۲۳۳) نے کہا:

"أحاديثه ليست بالقوية"۔"اس کی احادیث قوی نہیں ہیں"۔(الکامل لابن عدی ت عادل وعلی:۵/۲۶۶،وإسنادہ حسن)

امام علی بن المدینی رحمہ اللہ(المتوفی:۲۳۴) نے کہا:

"ابن خثيم منكر الحديث"۔"ابن خثیم منکر الحدیث ہے"۔(سنن النسائی:۵/۲۴۷)

امام نسائی رحمہ اللہ(المتوفی:۳۰۳) نے کہا:

"ابن خثيم ليس بالقوي في الحديث"۔"ابن خثیم حدیث میں قوی نہیں ہے"۔(سنن النسائی:۵/۲۴۷)

نیز کہا: "لين الحديث"۔یہ لین الحدیث ہے۔(میزان الاعتدال للذہبی ت البجاوی:۲/۴۶۰، ونقلہ من کتابہ)

اُبوجعفر طحاوی رحمہ اللہ(المتوفی:۳۲۱) نے کہا:

"رجل مطعون في روايته منسوب إلى سوء الحفظ ،وإلى قلة الضبط ورداءة الأخذ"۔"یہ آدمی اپنی روایت میں مطعون ہے اور سوئے حفظ ،قلت ضبط اور بداخذی سے منسوب ہے"۔(شرح مشکل الآثار:۷/۳۷۰)

امام ابن حبان رحمہ اللہ(المتوفی:۳۵۴) نے کہا:

"وكان يخطىء"۔"اور یہ غلطی کرتا تھا"۔(الثقات لابن حبان ط االعثمانیۃ:۵/۳۴)

امام دارقطنی رحمہ اللہ(المتوفی:۳۸۵) نے کہا:

"ابن خثیم ضعیف"۔ "ابن خثیم ضعیف ہے"۔ (الإلزامات والتتبع للدارقطنی: ص: ۳۵۲)

ابن الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی: ۵۹۷) نے کہا:

"عبد اللہ لا یحتج بہ"۔ "عبد اللہ (بن خثیم) سے حجت نہیں پکڑی جائے گی"۔ (التحقیق فی مسائل الخلاف: ۲/ ۲۵۸)

امام ابن رجب رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۹۵) نے کہا:

"ولیس بالقوی"۔ "یہ قوی نہیں ہے"۔ (فتح الباری لابن رجب: ۶/ ۴۰۲)

اس راوی کی توثیق اور اس پر جرح کے اختلاف کے سبب بعض محققین اسے صدوق مانتے ہیں جبکہ بعض محققین اسے ضعیف مانتے ہیں چنانچہ زیر بحث روایت ہی کی سند سے مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ایک روایت ہے جس پر "مصنف ابن ابی شیبہ" کے محقق اُسامۃ إبراہیم حاشیہ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"إسنادہ ضعیف فیہ عبد اللہ بن عثمان بن خیثم اختلف علی ابن معین والنسائی فیہ وقال ابن المدینی منکر الحدیث"۔

"اس کی سند ضعیف ہے عبد اللہ بن عثمان بن خیثم کے بارے مین ابن معین اور نسائی دونوں سے دو طرح کے اقوال مروی ہے جبکہ ابن المدینی نے کہا ہے: منکر الحدیث"۔ (مصنف ابن أبی شیبۃ/ الفاروق: ۵/ ۳۵۸)

اور بعض محققین اس کے بارے میں توقف کرتے ہیں چنانچہ شیخ عبد اللہ بن ضیف اللہ الرحیلی امام ذہبی کی ایک کتاب میں مذکور اس راوی پر حاشیہ لگاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الحاصل أنہ مختلف فیہ، ولم یظہر لی فیہ وجہ توثیقہ علی جرحہ أو العکس، فأنا متوقف فیہ"۔

"خلاصہ یہ کہ یہ راوی مختلف فیہ ہے اور میرے لئے جرح کے بالمقابل اسے ثقہ قرار دینے یا اس کے برعکس فیصلہ کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی اس لئے میں اس کے سلسلے میں توقف اختیار کرتا ہوں"۔ (من تکلم فیہ وہو موثق الرحیلی: ص: ۳۰۳)

عرض ہے کہ چونکہ اس پر حافظہ کے لحاظ سے جرح ہے اور اسے منکر الحدیث بھی کہا گیا ہے اس لئے اگر کسی روایت کو اگر صرف یہی نقل کر رہا ہے اور اس میں غرابت و عجوبہ ہو تو اسے قبول نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اس روایت کا متن دیکھیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ وقت باجماعت نماز میں اور مسجد میں اس قدر جہر سے جواب دیتے ہیں کہ پوری مسجد گونج جاتی ہے لیکن اس واقعہ کو صرف امام نے بیان کیا اور مقتدی حضرات میں کسی نے بیان نہیں کیا حتیٰ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دائیں و بائیں موجود مقتدی حضرات نے بھی بیان نہیں کیا ہے یہ بات کم عجیب وغریب نہیں ہے۔ لہذا سند و متن کے لحاظ سے اس غریب روایت کی نقل میں ابن خیثم پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا جسے امام ابن المدینی جیسے ماہر علل نے منکر الحدیث قرار دیا ہے اور امام دارقطنی جیسے عظیم ناقد نے ضعیف کہا ہے اور دیگر محدثین نے سوء حفظ وغیرہ کی جرح کی ہے۔

خلاصہ بحث یہ کہ مقتدی کے لئے قرآنی آیات کا جواب دینا نبی ﷺ یا صحابہ یا تابعین سے ثابت نہیں ہے اس لئے یہ عمل درست نہیں ہے۔

فائدہ: امام عبد الرزاق رحمہ اللہ (المتوفی ۲۱۱) نے کہا:

"عن الثوری، عن لیث، عن مجاهد قال: کرہ إذا مر الإمام بآیۃ تخویف أو آیۃ رحمۃ أن یقول من خلفہ شیئا"۔

"إمام قراءۃ وتفسیر مجاہد بن جبر تابعی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۰۲) فرماتے ہیں کہ جب امام خوف یا رحمت والی آیت سے گذرے تو امام کے پیچھے مقتدی کا کچھ کہنا ناپسند کیا گیا ہے"۔ (مصنف عبد الرزاق، ت الأعظمی: (۲/ ۴۵۳) وأخرجہ ابن أبی شیبہ فی المصنف (۱/ ۳۴۱) من طریق هشیم عن لیث بہ بمعناہ، وفی بعض نسخ المصنف لابن ابی شیبہ وقع التصریح بسماع اللیث من مجاهد)

لیکن اس کی سند لیث بن أبی سلیم کے سبب ضعیف ہے۔

عظمتِ اہل بیت

اہل بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم: مختصر تعارف

حافظ خلیل الرحمٰن سنابلی، گلبرگہ

چند حضرات یہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ ہم ہی اصل میں محبّ رسول ہیں، ہم نے ہی اہلِ بیت کو پہچانا ہے اور ان کے حقوق مکمل طور سے ادا کئے ہیں، باقی سب نام لیوا ہیں لیکن کسی نے انہیں جانا نہیں، کسی نے بھی ان کے حقوق کو مکمل طور سے ادا نہیں کیا بلکہ الٹا ''ظالموں'' کا ساتھ دیا... زیرنظر تحریر اسی لیے پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے تا کہ لوگوں کو حقائق معلوم ہوں اور لوگ جانیں کہ اہل بیت کون ہیں؟ ان کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت کا کیا عقیدہ ہے؟ امت پر ان کے کیا حقوق ہیں؟ نیز ماتم کرنے والوں کے نزدیک ''اہل بیت'' سے مراد کون ہے؟

اہلِ بیت کون؟

محترم قارئین! اس سلسلے میں سب سے پہلے ہمارے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ اہلِ بیت سے کون لوگ مراد ہیں؟

علمائے کرام کے درمیان اختلاف گرچہ ہے لیکن صحیح اور راجح بات یہی ہے کہ ''نبی کریم ﷺ کی آل اور اہلِ بیت میں آپ کی ازواج مطہرات، ان کی اولاد، بنو ہاشم، بنوعبدالمطلب اور ان کے موالی میں سے تمام مسلمان مرد وعورت شامل ہیں''... علامہ ابن حزم رحمہ اللہ اس تعلق سے فرماتے ہیں: ''وُلِدَ لِهاشم بن عبد منافٍ شيبةُ، وهو عبد المطّلب، وفيه العمودُ والشَّرفُ، وَلَم يَبقَ لهاشمٍ عَقِبٌ إلّا مِن عبد المطّلب فقط''۔ (جمهرة أنساب العرب: ۱۴)

ترجمہ: ''ہاشم بن عبدمناف کے گھر شیبہ پیدا ہوئے جنہیں عبد المطّلب کہا جانے لگا، ہاشم کے شرف ومرتبہ کے وہی وارث ہوئے اور ان کے علاوہ کسی اور بیٹے سے ہاشم کی نسل نہیں چلی''۔

واضح رہے کہ بنو ہاشم میں آل عباس، آل علی، آل جعفر، آل عقیل اور آل حارث بن عبدالمطّلب کا بھی شمار ہوتا ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

آل بیت کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ:

محترم قارئین! اہل بیت کی تعریف جان لینے کے بعد اب آیئے یہ بھی جان لیتے ہیں کہ اہل بیت کے تعلق سے اہل سنت والجماعت کا کیا عقیدہ ہے؟

''جس طرح تمام مسائل میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ افراط وتفریط سے پاک ہوتا ہے ویسے ہی اہل بیت کے بارے میں بھی ان کا عقیدہ بالکل صاف وشفاف ہے، وہ عبدالمطلب کی نسل میں سے ہر مسلمان مرد وعورت سے محبت رکھتے ہیں، نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے بھی عقیدت رکھتے ہیں اور انہیں امہات المومنین مانتے ہیں، وہ اہل بیت میں سے ہر ایک کی تعریف کرتے ہیں اور ان کو اسی مقام پر رکھتے ہیں جس کے وہ مستحق ہیں، وہ اس سلسلے میں عدل وانصاف کو ملحوظ رکھتے ہیں، ذاتی جذبات کی طرف دھیان نہیں دیتے بلکہ وہ اُس شخص کی فضیلت کا اعتراف کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے نسب کی فضیلت کے ساتھ ساتھ ایمان کی فضیلت سے بھی نوازا ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ نسب ایمان کے تابع ہے تو جسے اللہ نے اپنے نبی کے تعلق سے نسب اور

ایمان دونوں شرف عطا کیے ہیں اسے دونوں فضیلتیں حاصل ہیں البتہ جسے ایمان کی توفیق نہیں ملی اسے نسب کی فضیلت کا کوئی فائدہ نہیں''۔

(مستفاد از: اہل سنت کے نزدیک اہل بیت کا مقام و مرتبہ، شیخ عبدالمحسن العباد حفظہ اللہ)

محترم قارئین! اہلِ بیت کی حقیقی تعریف جان لینے اور ان کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ سمجھ لینے کے بعد آیئے جانتے ہیں کہ شیعہ (جو اہل بیت سے محبت کا دم بھرتے ہیں) کے نزدیک اہل بیت کی کیا تعریف ہے اور وہ اہل بیت میں کن کن کا شمار کرتے ہیں؟

شیعوں کے نزدیک اہل بیت کون ہیں؟

جہاں تک شیعہ حضرات کا تعلق ہے وہ اہل سنت والجماعت کے برعکس چلتے ہیں اور اہل بیت کو صرف ان چاروں حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تک محدود سمجھتے ہیں، ان کے علاوہ کسی کو اہل بیت نہیں سمجھتے...ایک اور دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باقی ساری اولاد کو اہل بیت سے خارج سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد محمد بن حنفیہ، ابوبکر، عمر، عثمان، عباس، جعفر، عبداللہ، عبیداللہ، یحییٰ وغیرہ، بارہ بیٹے اور اٹھارہ یا انیس بیٹیاں (باختلافِ روایات) سب اہل بیت سے خارج ہیں...نعوذ باللہ من ذالک...ایسا ہی معاملہ وہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو بھی اہل بیت میں داخل نہیں سمجھتے...اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہر اس شخص کو اہلِ بیت سے خارج کر دیتے ہیں جو ان کے بے بنیاد مسلک کی پیروی اور ان کی من چاہی باتوں پر چلنے سے انکار کرتا ہو...

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے بہت سے افراد پر انہوں نے جھوٹا، فاسق و فاجر اور کافر و مرتد ہونے کے فتوے لگائے ہیں...رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائیوں، پھوپھیوں اور ان کی اولاد کو گالیاں دی ہیں اور کافر تک کہا ہے، حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ کر ابوطالب کی دوسری اولاد کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا ہے...

یہ بات بھی لائق ذکر ہے کہ شیعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ آپ ﷺ کے تینوں بیٹیوں، آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات اور ان کی اولاد کو بھی اہلِ بیت میں شامل نہیں سمجھتے...سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے کہ یہ کیسی تقسیم ہے اور کیونکر یہ تقسیم کی گئی ہے؟ اور کس بنیاد پر وہ ایسا کہتے ہیں؟

(مستفاد از: اہل بیت کے بارے میں شیعہ موقف، علامہ احسان الٰہی ظہیر مدنی رحمہ اللہ)

سوچنے کی بات ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تو اہل بیت میں داخل ہوں لیکن ان کی ماں کو شامل نہ کیا جائے...حضرت حسین رضی اللہ عنہ تو اس فہرست میں آتے ہوں لیکن ان کی نانی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس فہرست سے خارج کر دیا جائے؟؟

مَالَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ، أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ، إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ (القلم:۳۶۔۳۸)

زیادہ ٹھیک اور واضح لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک اہلِ بیت کا تصور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آدھی شخصیت، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آدھی شخصیت، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آدھی شخصیت اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر حسن عسکری تک نو اماموں اور دسویں خیالی وموہوم امام محمد بن حسن عسکری (جو نہ پیدا ہوئے تھے اور نہ ہوں گے) سے قائم ہے...

یہ مفہوم ہے شیعہ کے نزدیک اہل بیت کا...

صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے بارے میں شیعی عقیدہ:

نیا ''اسلامی دسہرہ'' جو ا رمحرم سے ۱۰ رمحرم تک منایا جاتا ہے اگر آپ ایسی ہی کسی مجلس میں چلے جائیں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ ان کے دلوں میں صحابہ بطور خاص شیخین اور ان کی بیٹیوں عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما کے تعلق سے کس قدر کینہ اور عداوت موجود ہے... آپ صرف ایک واقعہ ہی پڑھ کر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صحابہ کرام کے تعلق سے شیعوں کا کیا عقیدہ ہے...

واقعہ کچھ یوں ہے کہ شیعہ عالم ملا باقر مجلسی اپنی کتاب احیاء القلوب کے جلد ۲ رصفحہ نمبر: ۷۴۵ پر یہ فرضی کہانی بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو رازداری کے ساتھ یہ بتلایا تھا کہ اللہ نے وحی کے ذریعے مجھے یہ بتلایا ہے کہ میرے بعد ابوبکر ظالمانہ طور پر خلیفہ ہو جائیں گے اور اس کے بعد عمر یعنی تمہارے والد خلیفہ ہوں گے اور آپ نے یہ تاکید کی تھی کہ وہ یہ راز کی بات کسی کو نہ بتلائیں... لیکن حفصہ نے عائشہ سے ذکر کر دیا اور پھر انہوں نے اپنے والد ابوبکر کو بتا دیا اور انہوں نے عمر سے یہ بات کہہ دی اور کہا کہ حفصہ نے عائشہ کو یہ بات بتلائی ہے... انہوں نے اپنی بیٹی حفصہ سے پوچھا تو اس نے تو پہلے نہ بتلانا چاہا لیکن پھر آخر میں بتلا دیا کہ ہاں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایسا کہا تھا''۔

آگے مجلسی کہانی کو اپنے زعم کے مطابق دلچسپ موڑ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ: ''پس ان دونوں منافقوں (ابوبکر و عمر) اور ان دونوں منافقات (عائشہ و حفصہ) نے آپس میں اس بات پر اتفاق کر لیا کہ نبی کریم ﷺ کو زہر دے کر شہید کر دیا جائے''..

(ماخوذ از: شیعیت کا آپریشن، مرتب: محمود اقبال)

نعوذ باللہ من ذالک... لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

کیا ایک صحیح العقیدہ مسلمان اس طرح کی باتیں سوچ بھی سکتا ہے چہ جائیکہ وہ ایسا کچھ لکھنے یا بولنے کی جسارت کرے؟... اس ایک واقعہ سے شیعوں کی صحابہ دشمنی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے... سبب کیا ہے؟... صرف اتنا ہی کہ انہوں نے ہی اسلام کے شجر کی آبیاری کی اور مختلف گوشوں و علاقوں میں اسلام کی روشن تعلیمات پہنچنے کا سبب یہی تھے... اور اسلام دشمن یہ چیزیں برداشت نہیں کر سکتا ہے اسی لیے ان پر طرح طرح کے الزامات لگا کر اور انہیں لعنت و ملامت کر کے ان کی شخصیتوں کو مطعون اور داغدار کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے، مگر:

جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟

محترم قارئین! اہل سنت والجماعت اور شیعوں کے نزدیک اہل بیت کی تعریف اور عقیدہ جان لینے کے بعد اب آیئے یہ جانتے ہیں کہ صحابہ کرام اور اہلِ بیت کا مقام و مرتبہ کیا ہے اور قرآن و حدیث کے نصوص ان کے بارے میں کیا بتلاتے ہیں...

صحابی کی تعریف:

قبل اس کے کہ ہم صحابہ کا مقام و مرتبہ جانیں اور ان کے فضائل و مناقب کا تذکرہ کیا جائے ہمارے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ ''صحابی'' کسے کہتے ہیں اور اس کی تعریف کیا ہے...

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ''صحابی'' کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''**اَلصَّحَابِیُّ مَن لَقِیَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم مُؤْمِنًا بِہٖ وَمَاتَ عَلَی الإسلام**''۔ (نزھۃ النظر في توضیح نخبۃ الفکر ت الرحیلي، ص: ۱۴۰)

ترجمہ: صحابی وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر اس کا انتقال ہوا ہو''۔

اور صحیح قول کے مطابق وہ شخص بھی صحابی ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی لیکن پھر مرتد ہو گیا مگر پھر اسلام قبول کر لیا اور اسلام پر ہی اس کا انتقال ہوا...

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام و مرتبہ:

صحابی کی تعریف جان لینے کے بعد اب آیئے ہم سب سے پہلے صحابہ کرام کا مقام و مرتبہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں:

۱۔ ”رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُم وَرَضُوا عَنہُا“۔ ترجمہ: ”اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی“۔(التوبۃ:۱۰۰)

۲۔ ”وَاَعَدَّلَھُم جَنّٰتٍ“ ”جنت ان کا ٹھکانہ“۔(التوبۃ:۱۰۰)

۳۔ ”لَقَدتَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالمُھٰجِرِینَ وَالاَنصَارِ“۔ ”مہاجرین وانصار کی عام معافی کا اعلان“۔(التوبۃ:۱۱۷)

۴۔ امت کے سب سے بہترین افراد: صحابہ

۵۔ امت میں سب سے زیادہ علم والے: صحابہ

۶۔ امت میں سب سے زیادہ نیک: صحابہ

۷۔ اللہ کی جانب سے نبی کی صحبت کے لیے منتخب کردہ افراد: صحابہ

۸۔ صحابہ اس امت کے امین وامان تھے۔(مسلم:۲۵۳۱)

۹۔ ہمارا احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردینا بھی کسی صحابی کے تین سو گرام کوئی چیز خرچ کرنے کے برابر نہیں ہوسکتا(بخاری:۲۵۴۱)

۱۰۔ اہل بدر کے لیے جنت کے واجب ہونے کا اعلان(بخاری:۳۰۰۷)

۱۱۔ صحابہ کا نبی کے سامنے ایک لمحہ کھڑا ہونا بھی تمہاری پوری زندگی کے عمل سے بہتر ہے۔(سنن ابن ماجہ:۱۶۲،صحیح)

۱۲۔ تمام صحابہ کرام بہترین، افضل، ثقہ اور قابل اعتماد تھے (تفسیر ابن کثیر:۱/۳۳۵)

۱۳۔ صحابہ کو برا کہنا اور ان کو گالیاں دینا حرام ہے...جو کسی صحابی کو گالی دیتا ہے تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے۔(الصحیحۃ للالبانی:۲۳۴۰)

۱۴۔ صحابہ سے محبت ایمان کی نشانی ہے اور ان سے بغض و نفرت نفاق کی علامت ہے، جو ان سے محبت کرے گا اللہ بھی اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ بھی اس سے بغض رکھے گا۔(بخاری:۳۷۸۳)

۱۵۔ عیسائی جب صحابہ کو دیکھتے تو کہتے تھے کہ: ”اللہ کی قسم! یہ لوگ ہمارے حواریوں سے بہتر ہیں“۔(تفسیر ابن کثیر:۴/۲۶۱)

۱۶۔ ان کے جیسا ایمان والا ہونا ہدایت یافتہ ہونے کی نشانی ہے۔(البقرۃ:۱۳۷)

محترم قارئین! صحابہ کرام کی فضیلت اور ان کے مقام ومرتبہ کے تعلق سے قرآن وحدیث کی کچھ ہی دلیلیں آپ کے سامنے پیش کی گئیں ہیں ورنہ نصوص بے شمار ہیں اور دلائل کا انبار ہے جو صحابہ کی قدر ومنزلت کو واضح طور پر بیان کرتا ہے...ہمیں چاہئے کہ ہم صحابہ کرام کے مقام کو سمجھیں، ان کا مرتبہ تسلیم کریں، ان سے محبت کریں، ان کے جیسا بننے کی کوشش کریں، ان کے منہج کو اپنائیں، ان کے تعلق سے اپنے دلوں میں کینہ وبغض نہ رکھیں اور یہ دعا کرتے رہیں رَبَّنَا اغفِرلَنَا وَ لِاِخوَانِنَا الَّذِینَ سَبَقُونَا بِالاِیمَانِ وَلَا تَجعَل فِی قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِینَ اٰمَنُوا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوفٌ رَّحِیمٌ (الحشر:۱۰)

ترجمہ: ”اے ہمارے رب! ہمیں معاف کردے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی معاف کردے جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کینہ نہ پیدا کر، بے شک تو مہربان اور رحم کرنے والا ہے“۔ آمین

محترم قارئین! اب تک آپ نے اہل بیت اور صحابہ کے تعلق سے کئی باتیں پڑھ لی ہیں...اب آگے ہم ”اہل بیت کا مقام و مرتبہ“ ذکر کرنے کی کوشش کریں گے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نیز صحابہ کرام اور اہل علم کی نظر میں اہل بیت کی کیا اہمیت اور ان کا کیا مقام ومرتبہ ہے؟

اہل بیت کا مقام ومرتبہ:

۱۔ قرآن کے حوالے سے

۱۔ اللہ نے اہل بیت کو ہر قسم کی ناپاکی سے دور کرکے انہیں مکمل طور پر پاک وصاف کردیا ہے۔(الاحزاب:۳۳)

۲۔ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو ”امہات المومنین“ قرار دیا۔(الاحزاب:۶)

٢۔احادیث مبارکہ کے حوالے سے

١۔''اللہ نے قریش سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم میں نبی کریم ﷺ کو منتخب کیا''۔(مسلم:٦/ ٢٢٧)

٢۔'' قیامت کے دن ہر واسطہ اور نسبی تعلق ختم ہو جائے گا سوائے نبی ﷺ کے واسطے اور نسبی تعلق کے''۔(سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ:٦/ ٢٠٣٦)

٣۔''صدقہ کا مال آل محمد کے لیے اللہ نے حرام کر دیا کیونکہ یہ لوگوں کا میل کچیل ہے''۔(مسلم:٢/ ١٠٧)

٣۔صحابہ اور تابعین کے حوالے سے

١۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

''وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ قَرَابَتِی''۔

ترجمہ:''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ دار میرے نزدیک میرے اپنے رشتہ داروں سے زیادہ محبوب ہیں''۔(بخاری:١٢/ ٣٧)

٢۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ:''جب قحط سالی ہوتی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کے لیے دعا کرواتے تھے..''

(بخاری:١٠١٠)

٣۔ ''اگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کبھی حضرت عمر یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرتے تو یہ دونوں اپنی سواری سے اتر جاتے اور جب تک وہ کافی دور تک نہ چلے جاتے یہ دونوں اپنی سواری پر سوار نہ ہوتے تھے''...... یہ کیفیت تھی نبی کریم ﷺ کے چچا کے احترام کی۔(سیر أعلام النبلاء:٢/ ٩٣)

٤۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:''میں نے اٹھنے بیٹھنے کے انداز اور طور طریقوں میں رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھنے والا حضرت فاطمہ بنت محمد سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا''۔(سنن ابی داؤد:٥٢١٧)

٥۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ:

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت فاطمہ رحمہا اللہ سے کہا کہ:''اے علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی! اللہ کی قسم! اس روئے زمین پر کوئی خاندان تم سے بڑھ کر مجھے پیارا نہیں، بلکہ تم مجھے میرے اپنے خاندان سے بھی بڑھ کر محبوب ہو''۔(طبقات ابن سعد:٥/ ٣٣٣۔٣٣٤)

٤۔ اہل بیت کے تعلق سے اہل علم کے تعریفی کلمات:

١۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بلند ترین، انتہائی خوبصورت، بلند آواز اور زیرک و ہوشیار نیز تحمل کیش و بردبار تھے۔(سیر أعلام النبلاء:٢/ ٧٩،٨٠)

٢۔ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ:''حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اللہ اور اس کے رسول کا شیر کہا جاتا ہے''۔(الاستیعاب:١/ ٢٧١)

٣۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:''کسی بھی صحابی کے فضائل میں اچھی سندوں والی اتنی روایات مروی نہیں جتنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہیں''۔(الاستیعاب:٣/ ٥١)

٤۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ:''حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حد درجہ احترام کرتے تھے، ان کو بلکہ تمام بنو ہاشم کو وظائف وغیرہ میں دوسرے صحابہ سے بہت مقدم رکھتے تھے.....''(منہاج السنۃ:٦/ ١٦٨)

٥۔ أبو نعیم الاصفہانی رحمہ اللہ:

''انتہائی عابدہ، زاہدہ، صاف دل خاتون حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پاکباز، نبی کریم ﷺ کی بیٹی آپ سے بہت مشابہ تھیں، دنیا کی زیب و زینت سے دور اور بہت دور تھیں.....''(حلیۃ الأولیاء:٢/ ٣٩)

٦۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ:''وہ نبی کریم ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں، آپ کی وفات کے وقت اولاد میں سے صرف

وہی باحیات تھیں اور انہیں ہی اکیلے آپ ﷺ کی وفات کا صدمہ برداشت کرنا پڑا، تبھی انہیں اجر عظیم حاصل ہوا''۔(البدایہ والنہایہ:۹/۴۸۵)

۷۔ علامہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ:''حضرت حسن رضی اللہ عنہ امت مسلمہ کے امام، سردار، حسین وجمیل، عقل مند، سمجھدار، سخی، نیک سیرت، دیندار، پرہیزگار، صاحب وجاہت اور بڑی شان والے تھے''۔(سیر أعلام النبلاء:۳/۲۵۳)

۸۔ علامہ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ:''حضرت حسین رضی اللہ عنہ علم وفضل والے، دیندار، کثرت سے روزے رکھنے والے، نوافل کے شوقین اور حج کے دلدادہ تھے''۔(الاستیعاب:۱/۳۷۸)

۹۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ:''میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر کوئی حاضر دماغ، عقل مند، صاحب علم وفہم اور تحمل وبرداشت والا نہیں دیکھا، واللہ! میں نے بارہا دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے مدبّر بھی مشکل معاملات میں انہی کو بلایا کرتے تھے''۔(طبقات ابن سعد:۲/۳۶۹) واضح رہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں اور اہل بیت میں سے ہیں...

۱۰۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ:''آج وہ شخصیت اس جہاں سے رخصت ہوگئی کہ مشرق ومغرب کے سب لوگ علم کے سلسلے میں جس کے محتاج تھے''۔(طبقات ابن سعد:۲/۳۷۲)

۱۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:''نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی شخص نہ پیدل چلا اور نہ سواری پر سوار ہوا''۔(ترمذی:۳۷۶۴) یعنی نبی کریم ﷺ کے بعد سخاوت اور مساکین سے محبت کرنے کے معاملے میں کوئی بھی شخص ان سے افضل نہ تھا... یہ بھی نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں اور اہل بیت میں سے ہیں...

۱۲۔ علامہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ:''حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا امت مسلمہ کی افضل ترین خاتون ہیں اور ان کا ایک خصوصی امتیاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کی زبانی انہیں سلام بھیجا تھا، اللہ گواہ ہے کہ یہ فضیلت ان کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی''۔(جلاء الأفهام:۱۲۲)

۱۳۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ:''نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی اور نہ کسی دوسری بیوی سے ان جیسی محبت کی، امت محمد یہ بلکہ تمام عورتوں میں ان سے بڑھ کر کوئی عالمہ عورت پیدا نہیں ہوئی''۔(سیر أعلام النبلاء:۲/۱۴۰)

۱۴۔ حضرت مسروق رحمہ اللہ:

حضرت مسروق رحمہ اللہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند کے ساتھ کوئی حدیث بیان کرتے تو یوں فرماتے تھے:''مجھ سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا جو اللہ کے محبوب کی سب سے محبوب بیوی تھیں اور جن کی برأت سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہوئی، لہٰذا مجھے ان کی بات میں ذرہ برابر بھی شک نہیں.........''(سیر أعلام النبلاء:۲/۱۸۱)

۱۵۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ:''حضرت سودہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد جن سے نبی کریم ﷺ نے نکاح کیا اور تقریباً تین سال وہ آپ کے گھر اکیلی ہی رہیں، وہ بہت بزرگ، عظیم الشان، سمجھدار، سردار قسم کی بڑے قد کاٹھ اور بھاری جسامت والی خاتون تھیں''۔(سیر أعلام النبلاء:۲/۲۶۵،۲۶۶)

۱۶۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ:''حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بلند مرتبہ، عفت مآب خاتون، امیر المومنین ابو حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی، ۳ ہجری میں نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا''۔

مزید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے تعلق سے فرماتی ہیں کہ: ''ازواج مطہرات میں صرف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہی میرے ہم پلّہ ہوتی تھیں''۔ (سیر أعلام النبلاء: ۲/۲۲۷)

۱۷۔ یحییٰ بن ابی بکر عامری رحمہ اللہ: ''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا علم وفضل والی اور متحمل مزاج خاتون تھیں، انہوں نے ہی حضرت جبریل علیہ السلام کو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں دیکھا تھا''۔ (الریاض المستطابۃ: ۳۲۴)

مزید ان کے تعلق سے حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: ''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پاکباز، عصمت مآب سردار خاتون، اولین مہاجرین عورتوں کی سرخیل، ان کا شمار فقہاء صحابیات میں ہوتا ہے''۔ (سیر أعلام النبلاء: ۳/۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳)

۱۸۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ: ''ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا اپنی سخاوت، دریا دلی اور مسکینوں پر زیادہ خرچ کرنے کی وجہ سے ''ام المساکین'' یعنی مسکینوں کی ماں کہی جاتی تھیں''۔ (سیر أعلام النبلاء: ۲/۲۱۸)

مزید ان کے تعلق سے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''مساکین کو کثرت سے کھلانے کی وجہ سے انہیں ''ام المساکین'' کہا جاتا تھا، یہ آپ ﷺ کے پاس صرف دو تین ماہ زندہ رہیں پھر اللہ کو پیاری ہوگئیں''۔ (جلاء الافہام: ۱۳۶)

۱۹۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ: ''ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا عزوشرف والی، انتہائی عاقل، حسب ونسب اور جمال ودین کی تمام صفات سے متصف تھیں اور تحمل برداشت نیز عزت و وقار کا مجسمہ تھیں''۔ (سیر أعلام النبلاء: ۲/۲۳۵)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ یوں کیا ہے: ''جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی نسل سے تھیں، ان کی ایک خصوصی فضیلت یہ ہے کہ یہ لونڈی تھیں تو نبی کریم ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے شادی کی اور ان کی آزادی کو ہی ان کا مہر بنا دیا''۔ (جلاء الافہام: ۱۳۷)

۲۰۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ: ''ام المومنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما عظیم الشان امہات المومنین میں سے تھیں اور انتہائی عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں''۔ (البدایۃ والنہایۃ: ۱۱/۱۲۶)

نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے انہیں ''عزت وعفت مآب سیدہ خاتون'' کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ (سیر أعلام النبلاء: ۲/۲۱۸)

۲۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: ''واللہ! حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ہم سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں''۔ (سیر أعلام النبلاء: ۲/۲۴۴)

علامہ ذہبی نے ان کے تعلق سے فرمایا: ''وہ سردار عورتوں میں سے تھیں''۔ (سیر أعلام النبلاء: ۲/۲۳۹)

۲۲۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ: ''ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا وہ خاتون ہیں کہ جن کی وجہ سے مسلمانوں نے ان کی قوم کے سو غلام گھرانے کو یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ یہ لوگ تو نبی کریم ﷺ کے سسرالی رشتہ دار بن چکے ہیں... گویا یہ ام المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی برکت تھی جو ان کی قوم کو ان کی وجہ سے حاصل ہوئی''۔ (جلاء الافہام: ۱۹۸)

۲۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: ''دینی لحاظ سے میں نے کوئی عورت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے بہتر نہیں دیکھی... خشیت الٰہی، سچی بات، صلہ رحمی، صدقہ وسخاوت اور تقرب الی اللہ میں کوشش کرنے کے سلسلے میں ان کی مثال تلاش کرنا مشکل ہے''۔ (مسلم: ۲۴۴۲)

مزید ان کے تعلق سے حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''اللہ نے قرآن کی آیت کے ذریعے حکم دے کر ان کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بغیر ولی اور گواہوں کے خود کیا، وہ اسی بنا پر

دوسری امہات المومنین پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں: تمہاری شادی تمہارے گھر والوں نے کی جبکہ میری شادی اللہ نے عرش پر سے کی''۔ (سیر أعلام النبلاء: ۲/۲۱۱)

۲۴۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ: ''حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی، عبد المطّلب کی بیٹی، ہاشمیہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن، نبی کریم ﷺ کے حواری حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ تھیں''۔ (سیر أعلام النبلاء: ۲/۲۶۹-۲۷۰)

دیگر اہل بیت صحابہ وصحابیات

ان کے علاوہ بھی بہت سارے ایسے صحابہ وصحابیات ہیں جن کا شمار اہل بیت میں ہوتا ہے، ذیل میں ہم صرف ان کے نام پر اکتفا کرتے ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر کے بیٹے عبداللہ

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جناب حارث کے چار بیٹے: ابوسفیان، نوفل، ربیعہ اور عبیدہ

۳۔ حضرت ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کے بیٹے حضرت عبد المطلب

۴۔ حضرت نوفل بن حارث بن عبد المطلب کے دو بیٹے: حارث اور مغیرہ

۵۔ حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب کے دو بیٹے: جعفر اور عبداللہ

۶۔ ابولہب کے دو بیٹے: معتب اور عتبہ

۷۔ حضرت عباس بن عبد المطلب کے دو بیٹے: فضل اور عبید اللہ

۸۔ نبی کریم ﷺ کی تین بڑی بیٹیاں: زینب، رقیہ، ام کلثوم

۹۔ حضرت علی کی دو بیٹیاں جو حضرت فاطمہ سے تھیں: ام کلثوم اور زینب

۱۰۔ امامہ بنت ابی العاص بن ربیع، حضرت زینب کی بیٹی اور نبی کریم ﷺ کی نواسی

۱۱۔ اُم ہانی بنت ابی طالب بن عبد المطلب، نبی کریم ﷺ کی چچازاد بہن

۱۲۔ آپ کے ایک چچا تھے زبیر بن عبد المطلب جن کی دو بیٹیاں ''ضباعہ'' اور ''ام الحکم'' یہ دونوں ایمان لائیں اور اہل بیت میں سے ہوئیں۔

۱۳۔ حضرت حمزہ کی بیٹی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا

خاتمہ

مضمون کے اختتام پر دو اہم باتوں کی جانب توجہ ضروری ہے:

۱۔ ممکن ہے اہل بیت میں سے کسی صحابی یا صحابیہ کا نام رہ گیا ہو، ہمیں اس سے انکار نہیں ہے، جو عمومی بات تھی وہ بس آپ تک پہنچانے کی ایک ادنیٰ سی کوشش ہے...

۲۔ ہم نے اس مضمون میں اہل بیت کے انہی افراد کا تذکرہ کیا ہے جن کا شمار صحابہ وصحابیات میں ہوتا ہے..... بعد میں بھی اہل بیت کا یہ سلسلہ چلتا رہا ہے لیکن وہ سب ہمارے مخاطب نہیں ہیں، اسی لیے ہم نے ان کی تفصیل بھی پیش نہیں کی ہے، ہاں عمومی طور سے ہمیں اہل بیت کے تمام افراد کے تعلق سے وہی عقیدہ رکھنا ہے جو اہل سنت والجماعت کا بیان کیا گیا...

اللہ کی ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں رحمتیں نازل ہوں ان تمام نفوس قدسیہ پر۔

تحقیق وتخریج

حدیث: اَللّٰھُمَّ لَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ... تحقیق وتشریح

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

الحمد للہ وحدہ، و الصلاۃ و السلام علی من لا نبی بعدہ، امابعد:

محترم قارئین! ہمارے ایک اسلامی بھائی ہیں جن کا نام: ابو محمد خرم شہزاد -ھداہ اللہ- ہے۔انہوں نے واٹس اپ، فیس بک وغیرہ پر کئی صحیح یا حسن احادیث کو ضعیف کہہ کر لوگوں میں انتشار پیدا کر دیا ہے۔اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اس بھائی کا منہجِ تحقیق صحیح نہیں ہے اور یہ راقم کی رائے نہیں ہے بلکہ ان کے یہاں کے کبار علماء کی رائے ہے۔

فضیلۃ الدکتور حمزہ المدنی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے پاکستان کے کبار مشائخ (مثلاً: فضیلۃ الشیخ حافظ محمد شریف اور محقق اہل حدیث شیخ مبشر احمد ربانی حفظہما اللہ) سے سنا کہ اس کا منہجِ تحقیق صحیح نہیں ہے اور اصول حدیث سے کھلواڑ کرتا ہے۔

یہ بندہ واٹس اپ اور فیس بک وغیرہ پر اس طرح سے حدیث کی تحقیق پیش کرتا ہے:

محدث العصر الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے شاگرد

الشیخ ابو محمد خرم شہزاد کی تحقیق

(یہ جملہ صرف فیس بک پر لکھا ہوتا ہے، واٹس اپ پر میں نے اسے نہیں دیکھا ہے)

...ضعیف حدیث...

بدفالی کی کراہت کی دعا

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو بدشگونی نے کسی کام سے روک دیا، وہ سمجھ لے کہ اس نے شرک کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یوں کہہ لیا کرے:

"اللھم لا طیر الا طیرک ولا خیر الا خیرک ولا الہ غیرک"۔

(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۲۹۲، مسند احمد: ۲/ ۲۲۰، حدیث نمر: ۷۰۴۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۲/ ۳۸، اسنادہ ضعیف)

درج بالا حدیث عبداللہ بن لہیعہ کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے اس حدیث کے تمام شواہد ضعیف ہیں۔

راقم نے کئی مرتبہ پیار محبت سے اس بندے کی خدمت میں (بذریعہ واٹس اپ اور فیس بک) درج ذیل باتیں پیش کیں کہ:

(۱) میرے بھائی! آپ اپنے آپ کو حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا شاگرد لکھتے ہیں۔آپ سے گزارش ہے کہ اسے ثابت کریں۔

(۲) میرے بھائی! آپ حدیث اور اس کے شواہد و متابعات کی تحقیق تفصیل سے کیوں نہیں کرتے؟ کیا آپ کے صرف اس طرح سے لکھ دینے سے کہ اس حدیث کے تمام شواہد ضعیف ہیں۔انہیں ضعیف مان لیا جائے گا؟

(۳) میرے بھائی! جس حدیث کو آپ ضعیف کہہ رہے ہیں اگر کسی نے اسے صحیح یا حسن کہا ہے تو آپ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟

لیکن اس بندے نے آج تک راقم کی ان باتوں کا کوئی معقول جواب نہیں دیا۔اللہ ان پر رحم فرمائے۔آمین۔

محترم قارئین! راقم، خرم بھائی-ھداہ اللہ- کی خدمت میں ان تینوں باتوں کو بار بار اس لئے پیش کرتا ہے کیونکہ:

(۱) حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ (جوکہ شیخ زبیر کے مشہور وخاص شاگرد ہیں۔نیز مجلہ ''الحدیث'' کے مدیر بھی ہیں، انہوں) نے صاف طور پر یہ کہا ہے کہ یہ شیخ کا شاگرد نہیں ہے۔

شیخ حفظہ اللہ کا کلام پیش خدمت ہے:

وعلیکم السلام ورحمہ اللہ وبرکاتہ۔

یہ شیخ رحمہ اللہ کا قطعاً شاگرد نہیں ہے اور نہ ادارۃ الحدیث سے کوئی تعلق ہے۔یہ شخص، مسلم ومقرر اصولوں کو توڑتا مروڑتا ہے اور عالم نہ ہونے کے باوجود اصول حدیث میں بھی خود ساختہ اجتہاد کرتا ہے اور اس کا منہج بھی خود ساختہ ہے، خرم شہزاد کی بس دو چار ملاقاتیں ہیں شیخ سے اور ایک حرف بھی شیخ سے نہیں پڑھا۔۔

اب شیخ سے ان کا تعلق آپ کے سامنے ہے، شیخ کس مناسبت سے ان سے برائت کرتے اور نہ شیخ کی زندگی میں انہوں نے محقق بننے کی کوشش کی۔۔۔۔

اگر کسی کے ایک اچھے کام کی تعریف کر دی جائے یا کسی کی کتاب پر تقریظ لکھ دی جائے تو یہ ضروری نہیں کہ اس کے ہر ہر کام اور ہر ہر کتاب سے ہم متفق ہیں۔(یہ کلام، میرے ایک دوست نے مجھے ارسال کیا ہے۔انہوں نے حافظ صاحب سے بذریعہ فیس بک میسینجر خرم شہزاد کی شاگردگی کے بارے میں سوال کیا تو شیخ نے یہ جواب دیا۔نیز میرے دوست نے ان سے نشر کرنے کی اجازت بھی طلب کی تو انہوں نے اس کی اجازت بھی دی۔والحمدللہ)

اس پر مزید یہ کہ ماہ نامہ ''الحدیث'' میں درج ذیل اعلان بھی شائع ہوا، ملاحظہ فرمائیں:

(اعلان)

محترم جناب مولانا حافظ ابو سیف جمیل احمد حفظہ اللہ نے ہمیں بذریعہ فون یہ اطلاع دی اور فرمایا: میری طرف سے یہ اعلان (شائع) کیا جائے کہ ابو محمد خرم شہزاد کی تالیف: کتاب الضعفاء والمتروکین سے میں بری ہوں، میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔میرے منع کرنے کے باوجود اس نے اپنی مذکورہ کتاب پر میرا نام لکھ دیا جس سے مؤلف مذکور کی اخلاقی اقدار کا پتہ چلتا ہے۔میں خرم شہزاد کی اس حرکت کی پر زور مذمت کرتا ہوں۔

نوٹ: ادارہ مکتبۃ الحدیث کی طرف سے بھی واضح ہو کہ مؤلف مذکور محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے باقاعدہ شاگرد نہیں ہیں۔انہوں نے شیخ رحمہ اللہ سے کوئی کتاب نہیں پڑھی، ان کی کتاب کا مقدمہ بھی شیخ رحمہ اللہ کے منہج کے منافی ہے۔(شمارہ نمبر: ۱۲۹-۱۳۲، ص:۱۰۵)

(۲) جن جن احادیث کے تحت انہوں نے یہ بات لکھی ہے کہ اس کے تمام شواہد ضعیف ہیں۔ان میں سے کئی احادیث کے بارے میں میرے سامنے یہ بات واضح ہوئی کہ اس کے تمام شواہد ضعیف نہیں تھے۔

اور اس وجہ سے بھی ان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تاکہ معلوم ہو کہ ان کو کتنی سندیں ملی ہیں؟ کتنے شواہد پر یہ مطلع ہو سکے ہیں؟ لیکن محترم کا حال یہ ہے کہ یہ مفصل تحقیق کرتے ہی نہیں۔اللہ ان کو توفیق دے۔آمین۔

اور زیر بحث روایت کے بارے میں راقم نے کئی مرتبہ ان

سے پوچھا کہ آپ نے اس کی مفصل تحقیق کی ہے؟ آج تک انہوں نے اس کا جواب نہیں دیا ہے۔

(۳) جب بھی یہ کوئی تحقیق پیش کرتے ہیں تو کئی لوگ ان کی خدمت میں باادب عرض کرتے ہیں کہ فلاں فلاں نے اس حدیث کو صحیح یا حسن کہا ہے۔ اس پر ہمارے بھائی کچھ نہیں کہتے۔ خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ پتا نہیں کیوں ایسا کرتے ہیں؟ واللہ اعلم۔

اب آتے ہیں ان کی پیش کردہ تحقیق کی طرف تو اس کی بابت عرض ہے کہ یہ تحقیق صحیح نہیں ہے۔ صحیح تحقیق پیش خدمت ہیں:

امام احمد بن محمد بن اسحاق المعروف بابن السنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۴ھ) فرماتے ہیں:

أخبرنا أبو يحيى الساجي، قال: حدثنا أحمد بن سعيد الهمداني، قال: حدثنا ابن وهب، قال: أخبرني ابن لهيعة، عن ابن هبيرة السبائي، عن أبي عبد الرحمن الحبلي، عن عبد الله بن عمرو - رضي الله عنهما - قال: قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم -: "مَنْ أَرْجَعَتْهُ الطِّيَرَةُ عَنْ حَاجَتِهِ، فَقَدْ أَشْرَكَ، قَالُوا: وَمَا كَفَّارَةُ ذَالِكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ يَقُولُ أَحَدُهُمْ: اَللّٰهُمَّ لَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ، وَلَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ"۔

(ترجمہ) سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو بدشگونی اس کی حاجت (کو پورا کرنے) سے روک دے، تو اس نے شرک کیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس کا کفارہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ یہ دعا پڑھ لے: اے اللہ! تمام مصیبتیں تیرے ہی حکم سے ہوتی ہیں۔ اور تیری بھلائی کے علاوہ کوئی بھلائی نہیں ہے اور تیرے علاوہ کوئی (سچا) معبود نہیں ہے۔

(تخریج) عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی بتحقیق الہلالی: ۱/ ۳۴۴، ح: ۲۹۳، والمعجم الكبير للطبراني بتحقيق فريق من الباحثين: ۱۴/ ۳۵، ح: ۱۴۶۲۲ (ابن لهيعة ،صرح بالسماع عنده) ومسند الإمام أحمد بن حنبل بتحقيق الارنؤوط و رفقاءه: ۱۱/ ۶۲۳، ح: ۷۰۴۵ وغيرهم.

(حکم حدیث) اسنادہ حسن بلا ریب.

(مختصر تحقیق سند) روایت ہذا کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں۔

(۱) امام ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ الساجی رحمہ اللہ:

آپ علل الحدیث اور اسماء الرجال کے ماہر اور کبار ائمہ کرام میں سے ہیں۔

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ): "**ثقة فقيه**"۔ (تقریب التہذیب بتحقیق ابی الاشبال الزہری، ت: ۲۰۴۰)۔

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: سیر اعلام النبلاء بتحقیق اکرم وشعیب: ۱۴/ ۱۹۷، ت: ۱۱۳ وغیرہ۔

(۲) حافظ ابو جعفر احمد بن سعید بن بشر الہمدانی المصری رحمہ اللہ:

آپ سنن ابی ابوداود کے راوی ہیں اور ثقہ وصدوق ہیں۔

امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۶۱ھ): "**ثِقَة**"۔ (معرفۃ الثقات بتحقیق عبد العلیم البستوی: ۱/ ۱۹۱، ت: ۳)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ): "**صدوق**"۔ (تقریب التہذیب بتحقیق ابی الاشبال الزہری، ت: ۳۸)۔

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: تہذیب الکمال في أسماء الرجال للمزی بتحقیق بشار عواد: ۱/ ۳۱۲، ت: ۳۸، وغیرہ۔

(۳) امام عبداللہ بن وہب المصری رحمہ اللہ:

آپ صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ کے راوی ہیں اور اعلیٰ پائے کے ثقہ ہیں۔

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ): "**ثقة حافظ عابد**"۔ (تقریب التہذیب بتحقیق ابی الاشبال، ت: ۳۷۱۸)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: تہذیب الکمال في أسماء الرجال

للمزی بتحقیق بشار عواد: ۱۶/ ۲۷۷، ت: ۳۶۴۵ وغیرہ۔

(۴) امام عبداللہ بن لہیعہ المصری رحمہ اللہ:

آپ صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن الترمذی وغیرہ کے راوی ہیں۔قبل الاختلاط "صدوق حسن الحدیث" راوی ہیں اور بعد الاختلاط بالاتفاق "ضعیف" راوی ہیں۔قبل الاختلاط ان سے کئی لوگوں نے سنا ہے۔دیکھیں: (تقریب التہذیب: ۳۵۶۳، وتحریر تقریب التہذیب: ۲/ ۲۵۸، وسیر اعلام النبلاء للذہبی بتحقیق شعیب الأرنؤوط ومحمد: ۸/ ۱۱، ت: ۴، ومعجم اسامی الرواۃ: ۲/ ۲۶۰۔ ۲۶۴، وفتاوی علمیۃ: ۲/ ۴۷۰، مطبع: المکتبۃ الاسلامیۃ) اورانہیں میں سے ایک "**عبداللہ بن وہب المصری رحمہ اللہ**" ہیں۔

اور ائمہ کرام نے یہ بھی کہا ہے کہ **عبداللہ بن لہیعہ** سے جب عبادلہ روایت کریں توان کی روایت صحیح ہوگی۔

چند ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابو حفص عمرو بن علی الفلاس رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۴۹ھ): **عبد الله بن لهيعة احترقت كتبه، فمن كتب عنه قبل ذالک مثل ابن المبارک وعبد الله بن يزيدالمقري اصح من الذين كتبوا بعد ما احترقت الكتب، وهو ضعيف الحديث۔** عبداللہ بن لہیعہ کی کتابیں جل گئیں تھیں لہٰذا جن لوگوں نے ان سے کتاب جلنے سے پہلے (حدیثیں) لکھیں ہیں جیسے ابن مبارک اور ابن یزید المقرئی وغیرہ تو وہ ان لوگوں کی لکھی ہوئی حدیثوں سے زیادہ صحیح ہیں جنہوں نے ان سے کتاب جلنے کے بعد لکھا ہے۔اور ابن لہیعہ ضعیف الحدیث ہیں۔(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی: ۵/ ۱۴۷، ت: ۶۸۲، واسنادہ صحیح)

امام ابو الحسن علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ): "**يعتبر بما يروي عنه العبادلة: ابن المبارک، والمقرئ، وابن وهب**"۔شواہد ومتابعات میں وہ روایتیں لی جائیں گی۔جن کو عبادلہ یعنی ابن مبارک، عبد اللہ المقرئی اور ابن وہب نے ان سے روایت کیا ہو"۔(الضعفاء والمتروکون بتحقیق عبد الرحیم محمد القشقري: ۲/ ۱۶۰، ت: ۳۱۹)

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ): "**ضعفوه، ولكن حديث ابن المبارک وابن وهب والمقري عنه أحسن وأجود، وبعض الأئمة صحح رواية هؤلاء عنه واحتج بها**"۔ "محدثین نے ابن لہیعہ کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن ان سے ابن مبارک، ابن وہب اور مقرئی کی حدیث عمدہ اوراچھی ہے۔بعض ائمہ نے ان حضرات کی روایت کو جب وہ ان سے روایت کریں، صحیح قرار دیا ہے اوراس سے احتجاج کیا ہے"۔(دیوان الضعفاء بتحقیق حماد الأنصاري، ص: ۲۲۵، ت: ۲۲۷۴)

نیز دیکھیں: (تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۱۷۴، ت: ۲۲۴)

اور روایت ہذا میں **عبداللہ بن لہیعہ رحمہ اللہ** سے **عبداللہ بن وہب المصری رحمہ اللہ** روایت کررہے ہیں۔**والحمدللہ۔**

موصوف مدلس بھی ہیں۔(المجروحین بتحقیق محمود إبراهيم زاید: ۲/ ۱۱، ت: ۵۳۸، وطبقات المدلسین لابن حجر بتحقیق عاصم بن عبداللہ، ص: ۵۴) لیکن روایت ہذا میں انہوں نے سماع کی صراحت کردی ہے۔**والحمدللہ۔**

(۵) عبداللہ بن ہبیرہ بن اسعد الحضرمی المصری رحمہ اللہ:

آپ صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ): "**ثقة**"۔ (تقریب التہذیب بتحقیق ابی الاشبال الزہری، ت: ۳۷۰۲)

(۶) ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المعافری الحبلی رحمہ اللہ:

آپ صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ):"ثقة"۔
(تقریب التھذیب بتحقیق ابی الاشبال الزھری، ت:۳۷۳۶)

(۷) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ:

آپ صحابی رسول ہیں۔

(نتیجہ) روایت ہذا کی سند بلا شبہ حسن ہے۔ **والحمد للہ علی ذالک.**

روایت ہذا کو "صحیح" یا "حسن" کہنے والے علماء:

(۱) علامہ البانی رحمہ اللہ:"صحیح" (الصحیحۃ:۵۳/۳، ح:۱۰۶۵)

(۲) شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ :"**اسناده صحيح**"۔ (فی تحقیق مسند الإمام أحمد بن حنبل:۶/۱۷۴، ح:۷۰۴۵)

(۳) شیخ شعیب الارنؤوط اور ان کے رفقاء:"حسن"۔(فی تحقیق مسند الإمام أحمد بن حنبل)

(۴) شیخ سلیم بن عید الھلالی حفظہ اللہ:"**اسناده حسن**"۔ (فی تحقیق عَمَل الیوم وَ اللیلۃ لابن السُّنِّی)

اب چند باتیں بطور فائدہ پیش خدمت ہیں:

(فائدہ نمبر:۱) امام ابن وہب رحمہ اللہ، روایت ہذا کو امام عبد اللہ بن لہیعہ رحمہ اللہ سے قبل الاختلاط روایت کرنے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ "**عبداللہ بن یزید المقرئی رحمہ اللہ**" نے بھی روایت کیا ہے جو کہ عبادلہ میں سے ایک ہیں۔ دیکھیں:(المعجم الکبیر للطبرانی ۳۵/۱۴، ح:۱۴۶۲۲، واسناده حسن وابن لهيعة صرح بالسماع)

(فائدہ نمبر:۲) سیدنا فضالہ بن عبید اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:"مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ فَقَدْ قَارَفَ الشِّرْكَ"۔ "جس کو بدشگونی نے (اس کی حاجت پوری کرنے سے) روک دیا تو اس نے شرک کا ارتکاب کیا"۔(الجامع لابن وهب بتحقيق مصطفى حسن، ص:۷۴۳، ح:۶۵۶، واسناده حسن و،۶۵۷ واسناده صحیح)

(فائدہ نمبر:۳) روایت ہذا سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر بدشگونی کسی شخص کو اس کی حاجت پوری کرنے سے روک دے، تو ایسا شخص شرک (اصغر) کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ پھر اگر وہ حدیث میں مذکور دعاء پڑھ لے، تو یہ دعاء اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔

(فائدہ نمبر:۴) بدشگونی لینا، مطلق طور پر شرک ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:"اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ" "بدشگونی شرک ہے"۔(ابو داؤد بتحقيق الالبانی:۳۹۱۰، وصححه ابن حبان و الترمذی والالبانی رحمھم اللہ)

(فائدہ نمبر:۵) اگر کسی چیز کو دیکھنے سے کسی کے دل میں بدشگونی پیدا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس بدشگونی کی طرف دھیان نہ دے اور اس کی وجہ سے اپنے کام کو عملی جامہ پہنانے سے نہ رکے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:"ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُهُ أَحَدُكُمْ فِي نَفْسِهِ، فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ" "بدشگونی ایک ایسی چیز ہے جس کو تم میں سے بعض لوگ اپنے نفس میں محسوس کرتے ہیں لیکن یہ (بدشگونی) تم کو (کسی کام کو انجام دینے سے) نہ روکے"۔ (صحیح مسلم:۵۳۷)

بلکہ بلا جھجک اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے (کہ نافع وضار فقط اللہ تعالیٰ ہے) اپنے کام کو کر گزرے اور جو کچھ اس کے دل میں ہوگا، وہ اللہ پر توکل کی وجہ سے اللہ اس کو ختم کردے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"وَمَا مِنَّا إِلَّا، وَلَكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ" "اور ہم میں سے ہر کسی کو کوئی نہ کوئی وہم ہو ہی جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ توکل کی وجہ سے اسے ختم کر دیتا ہے"۔(ابو داؤد بتحقیق الالبانی: ۳۹۱۰، والصحیحۃ:۷۹۱/۱، ح:۴۲۹، و صححه ابن حبان والحاکم والترمذی والالبانی رحمھم اللہ)

اب چند باتیں بطور تنبیہ پیش خدمت ہیں:

(تنبیہ نمبر:۱) حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مذکورہ حدیث پر حکم لگاتے ہوئے فرماتے ہیں:"ضعیف"۔(حسن المسلم بتحقیق الزئی، ص:۱۵۲، مطبع : دار الفکر الاسلامی) اور ان کے شاگرد

حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ فرماتے ہیں: "**سندہ ضعیف**"، عبداللہ بن لہیعہ مدلس و مختلط ہیں۔ (حسن المسلم بتحقیق حافظ ندیم، ص:۱۴۵، مطبع: مکتبہ اسلامیہ)

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ مذکورہ حدیث پر یہ حکم لگانا صحیح نہیں ہے کیونکہ امام عبداللہ بن لہیعہ رحمہ اللہ نے روایت ہذا میں سماع کی صراحت کر دی ہے، نیز روایت ہذا قبل الاختلاط کی ہے کیونکہ روایت ہذا کو امام عبداللہ بن لہیعہ سے، امام عبداللہ بن وہب اور عبداللہ المقرئ رحمہا اللہ نے روایت کیا ہے۔

پھر بعد میں، میں نے دیکھا کہ حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے ایک دوسری جگہ روایت ہذا پر "**اسنادہ حسن**"۔ کا حکم لگایا ہے۔ دیکھیں: (اسلامی وظائف للشیخ عبد السلام بستوی بتحقیق ندیم ظہیر و نظر ثانی: حافظ زبیر علی زئی، ص:۲۱۷، مطبع: مکتبہ اسلامیہ)

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے اپنی مذکورہ تحقیق سے رجوع کر لیا ہے۔ **والحمد للہ علی ذالک**

(تنبیہ نمبر:۲) ہمارے بھائی خرم شہزاد -هداه الله- اپنی تحقیق میں رقم طراز ہیں کہ درج بالا حدیث عبداللہ بن لہیعہ کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ یہ حکم بلاشبہ صحیح نہیں ہے کیونکہ زیر بحث روایت قبل الاختلاط کی ہے۔ **کما مر تفصیلا۔**

(تنبیہ نمبر:۳) عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی جو "دکتور عبد الرحمٰن کوثر البرنی حفظہ اللہ" کی تحقیق سے چھپی ہے، اس میں صحابی رسول کا نام "**عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ**" لکھا ہوا ہے۔ دیکھیں: (عَمل الیوم وَاللیلۃ لابن السُّني بتحقیق البرنی، ص:۱۸۴، ح:۲۹۲)

جبکہ صحیح "**عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ**" ہے۔ دیکھیں: (عَمل الیوم وَاللیلۃ لابن السُّني بتحقیق الھلالي: ۱/۳۴۴، ح:۲۹۳، ومسند الإمام أحمد بن حنبل بتحقیق الارنؤوط و رفقاہ: ۱۱/۶۲۳، ح:۷۰۴۵، والمعجم الکبیر للطبراني: ۱۴/۳۵، ح:۱۴۶۲۲، وغیرھم)

(تنبیہ نمبر:۴) سنن ابی داوٗد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے فال گیری کا ذکر کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: "**أحسنها الفأل، ولا تَرُدُّ مُسلِماً، فإذا رأى أحَدُكم ما يَكرَه فَلْيَقُلْ: اللهُمَّ لا يأتي بالحَسَنات إلا أنتَ، ولا يَدفَعَ السَّيئاتِ إلا أنت، ولا حَوْلَ ولا قُوةَ إلا بِک**"۔ اُن میں سب سے اچھی تو نیک فال ہے اور (بدفالی یعنی بدشگونی) کسی مسلمان کو (اس کے کام کو انجام دینے سے) نہ روکے۔ پس تم میں سے کوئی شخص ناگوار چیز دیکھے (جس سے بدشگونی کا وسوسہ پیدا ہو) تو یہ دعاء پڑھے: "اے اللہ! تیرے علاوہ کوئی بھلائیاں نہیں پہنچا سکتا اور تیرے علاوہ کوئی برائیاں نہیں ٹالتا اور برائیوں سے بچنا اور نیکی کرنے کی قوت سے بہرہ ور ہونا، تیری ہی توفیق سے ممکن ہے"۔ (سنن أبي داود بتحقیق الالبانی: ۳۹۱۹)

اس حدیث کو درج ذیل علماء نے ضعیف قرار دیا ہے:

(۱) علامہ البانی رحمہ اللہ: (الضعیفۃ: ۴/۱۲۳، ح:۱۶۱۹)

(۲) شیخ سلیم بن عید الہلالی حفظہ اللہ: (عُجالةُ الرَّاغِب المُتَمَنِّي في تخریج کتاب عَمَلِ الیومِ وَاللیلۃ لابن السُّني: ۱/۳۴۶، ح: ۲۹۴)

(۳) نبیل بن منصور حفظہ اللہ: (أنيس السَّاري ۴/۳۰۲۴، ح: ۲۰۴۱)

لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "**صحیح**" (ریاض الصالحین بتحقیق الالبانی، ص:۵۷۵، ح:۱۶۸۶) اور شیخ شعیب الارنؤوط رحمہ اللہ نے "**حسن لغیرہ**"۔ (سنن أبي داود بتحقیق الارنؤوط و محمد، ص:۶/۶۲، ح:۳۹۱۹) قرار دیا ہے جو کہ شاید محل نظر ہے۔

(نوٹ) اس حدیث کی تحقیق کی جا رہی ہے، جو بھی بات تحقیق کے بعد ثابت ہوگی اسے - ان شاء اللہ العزیز - آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

تحقیق وتخریج

جمعرات کے دن ناخن کاٹنے کی فضیلت میں وارد حدیث کی تحقیق

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

الحمدللہ وحدہ، والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ، امابعد:

محترم قارئین! ناخن کاٹنا، انبیاء کرام کی سنت میں سے ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۸۸۹، و صحیح مسلم: ۲۵۷) انسان کو جب ضرورت محسوس ہو تب ناخن کاٹ سکتا ہے، اس کے لئے کوئی خاص دن نبی کریم ﷺ نے متعین نہیں کیا ہے اور نہ ہی کسی دن کی بابت یہ کہا ہے کہ فلاں دن اگر کوئی ناخن کاٹے گا تو فقر وفاقہ وغیرہ سے محفوظ رہے گا۔

اس تعلق سے ایک روایت مروی ہے جو کہ سخت ضعیف ہے۔ **تفصیل پیش خدمت ہے:**

امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمہ اللہ (المتوفی: ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں: الديلمي: أخبرنا أبي، أخبرنا الميداني، أخبرنا محمد بن علي بن الفتح، أخبرنا أبو الحسن أحمد بن محمد بن عمران الجندي، حدثنا عثمان بن أحمد الدقاق، حدثنا أحمد بن الحسن المؤدب، حدثنا عباس بن الحسن بن بهرام، حدثنا محمد بن أحمد بن عثمان، حدثنا جرير، عن الأعمش، عن أبي صالح، عن أبي هريرة رفعه: "من أراد أن يأمن الفقر وشكاية العمى والبرص والجنون فليقلِم أظفاره يوم الخميس بعد العصر، وليبدأ بخنصره اليسرى"۔

(ترجمہ) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص فقر وفاقہ سے، اندھا پن، برص اور پاگل پن کی شکایت سے بچنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ جمعرات کے دن عصر کے بعد اپنے ناخن کاٹے اور چھنگلی انگلی سے شروعات کرے۔ **(حوالہ)** الزیادات علی الموضوعات بتحقیق رامز خالد حاج حسن: ۲/۵۸۵، ح: ۷۱۵۔

(حکم حدیث) "اسناده واه بمرة"۔ "اس کی سند سخت ضعیف ہے"۔

امام ابو الخیر محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی رحمہ اللہ (المتوفی: ۹۰۲ھ): "وهو واهٍ جدًا مع أن في سنده من لم أعرفه"۔ "یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔ نیز اس میں کئی راوی ایسے ہیں جن کو میں (جرح وتعدیل کے اعتبار سے) نہیں جانتا ہوں"۔ (الأجوبة المرضية فيما سئل السخاوي عنه من الأحاديث النبوية بتحقيق محمد إسحاق: ۱/۹۴، ح: ۲۴)

(سبب) روایت ہذا کی سند میں چار (۴) علتیں ہیں:

(۱) احمد بن محمد بن عمران الجندی: یہ ضعیف راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۶۳ھ): "وكَانَ يضعف فِي روايته، ويطعن عَلَيهِ فِي مذهبه، سألت الأزهري عَن ابن الجندي، فَقَالَ: ليس بشيء"۔ "اپنی روایت میں ضعیف قرار دیا جاتا تھا اور اس کے مذہب کے سلسلے میں اس پر طعن کیا جاتا تھا۔ میں نے امام ازہری رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے"۔ (تاریخ بغداد بتحقیق بشار عواد: ۶/۲۴۴، ت: ۲۷۳۴)

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:

۸۴۷ھ): "ضعیف"۔ (ديوان الضعفاء بتحقيق حماد الأنصاري، ص: ۸، ت: ۹۱)

(۲) احمد بن الحسن المؤدب۔ (۳) عباس بن الحسن بن بہرام۔ ان دونوں کا ترجمہ مجھے نہیں مل سکا۔ واللہ اعلم۔

(۴) سلیمان بن مہران الاعمش رحمہ اللہ: آپ رحمہ اللہ اعلیٰ پائے کے امام اور ثقہ راوی ہیں لیکن تیسرے طبقے کے مشہور مدلس بھی ہیں۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابوسعید صلاح الدین خلیل بن کیکلدی العلائی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۶۱ھ): "الإمام مشهور بالتدليس مكثر منه"۔ "آپ امام ہیں اور تدلیس میں مشہور ہیں۔ نیز کثرت سے تدلیس کرنے والے ہیں"۔ (جامع التحصيل في أحكام المراسيل بتحقيق حمدي السلفي، ص: ۱۸۸، ت: ۲۵۸)

امام ابوزرعہ احمد بن عبد الرحیم، المعروف بابن العراقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۲۶ھ): "مشهور بالتدليس"۔ (كتاب المدلسين بتحقيق رفعت و نافذ، ص: ۵۵، ت: ۲۵)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ) نے موصوف کو کثرت سے تدلیس کرنے والوں کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ دیکھیں: (النكت على كتاب ابن الصلاح بتحقيق ربيع بن هادي: ۶۴۰/۲، وقد ذكره المؤلف في الطبقة الثالثة)

(فائدہ) جمعرات کے دن ناخن کاٹنے کے تعلق سے علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت مروی ہے لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔

(ایک سنہری قول) امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: "ولم يثبت أيضا في استحباب قص الظفر يوم الخميس حديث"۔ "جمعرات کے دن ناخن کاٹنے کے مستحب ہونے کے تعلق سے کوئی بھی حدیث ثابت نہیں ہے"۔

پھر کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں: "أنه يستحب كيف ما احتاج إليه"۔ "ناخن کاٹنا مستحب ہے جب کاٹنے کی ضرورت (محسوس) ہو"۔ (فتح الباري: ۳۴۶/۱۰)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تحقیق وتخریج

دو نفلی روزے اور پچاس سال کے گناہوں کا کفارہ؟

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

محترم قارئین! میں ایک کتاب پڑھ رہا تھا کہ میرے سامنے ایک حدیث آئی جس میں صرف دو نفلی روزہ رکھنے پر پچاس (۵۰) سال کے گناہوں کے کفارے کی بشارت تھی۔ کتاب کے مصنف -حفظہ اللہ- نے اس حدیث کے تعلق سے صرف یہ کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ پھر میں نے خود سے تحقیق کی تو میرے سامنے بھی یہ بات واضح ہوئی کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ پھر میں نے یہ مناسب سمجھا کہ کیوں نہ اس کی مفصل تحقیق کر کے عوام کی خدمت میں پیش کر دیا جائے تاکہ وہ بھی اس کی حقیقت سے واقف ہو جائیں۔

اللہ کی توفیق سے اس روایت کی مفصل تحقیق پیش خدمت ہے:

امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی: ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں: أنبأنا محمد بن ناصر، أنبأنا أبو علي الحسن بن أحمد، حدثنا ابن أبي الفوارس، أنبأنا عمر بن أحمد، حدثنا محمد بن أحمد بن أيوب، حدثنا أحمد بن شاذان، حدثنا أحمد بن عبد الله الهروي، حدثنا وهب بن وهب، عن ابن جريج، عن عطاء، عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من صام آخر يوم من ذي الحجة وأول يوم من المحرم فقد ختم السنة الماضية وافتتح السنة المستقبلة بصوم، جعل الله له كفارة خمسين سنة"۔

وقال: الهروي هو الجويباري، ووهب، كلاهما كذاب وضاع.

(ترجمہ) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ماہ ذی الحجہ کے آخری دن اور ماہ محرم کے پہلے دن کا روزہ رکھا تو اس نے گزشتہ سال کا اختتام اور آئندہ سال کی شروعات روزے سے کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے (اس عمل کو) پچاس سال کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

(امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) الہروی یہ جویباری ہے اور وہب، یہ دونوں کذاب اور وضاع راوی ہیں۔

(تخریج) الموضوعات بتحقيق عبد الرحمن محمد عثمان: ۲/ ۱۹۹، و اللآلیء المصنوعة في الأحاديث الموضوعة بتحقيق صلاح بن محمد: ۲/ ۹۲ وغیرھم۔

(حکم حدیث) هذا حديث موضوع من غير شك ولا ريبة۔ "یہ حدیث بلاشبہ موضوع ہے"۔

(موضوع ہونے کی وجہ) روایت ہذا کی سند میں دو (۲) کذاب اور وضاع راوی ہیں۔

(۱) أحمد بن عبد الله بن خالد الجويباري الهروي: یہ مشہور و معروف کذاب و وضاع راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابو الحسن علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ): "كذاب دجال خبيث، وضاع للحديث، لا يكتب حديثه ولا يروى"۔ "یہ کذاب، دجال، خبیث اور حدیث گھڑنے والا ہے، اس کی حدیث نہیں لکھی جائے گی اور نہ ہی اس سے روایت کی جائے گی"۔ (سؤالات السلمي للدارقطني بتحقيق فريق من الباحثين، ص: ۱۲۶، ت: ۲۲، وموسوعة أقوال أبي الحسن الدارقطني: ۱/ ۶۹، ت: ۲۴۵)

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۳۰ھ): "الْوَاضِع على رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم غير حَدِيث سَاقِط مَتْرُوك"۔ "رسول اللہ ﷺ پر کئی حدیثیں گھڑنے والا ہے، ساقط اور متروک راوی ہے"۔ (الضعفاء بتحقيق فاروق حمادة، ص: ۶۵، ت: ۲۹)

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ): "كَذَّاب جبل"۔ "جھوٹ کا پہاڑ ہے"۔ (المغني في الضعفاء بتحقيق الدكتور نور الدين: ۱/ ۴۳، ت: ۳۲۲)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: لسان الميزان للحافظ بتحقيق ابی غدة: ۱/ ۴۹۴، ت: ۵۶۶ وغیرہ۔

(۱) وهب بن وهب بن كثير بن عبد الله، أبو البختري القرشي: یہ بھی کذاب اور وضاع راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۳ھ): "كذاب خبيث"۔ (تاريخ ابن معين (رواية الدوري) بتحقيق احمد محمد: ۳/ ۱۷۵، ت: ۷۷۴) "يضع الحديث"۔ (تاريخ ابن معين (رواية الدوري) بتحقيق احمد محمد: ۳/ ۱۸۳، ت: ۸۲۳)

امام ابو احمد بن عدي الجرجانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۵ھ): "وأبو البختري جسور من جملة الكذابين الذين يضعون الحديث"۔ "ابو البختری ان من جملہ کذابین میں سے ہے جو جسارت کے ساتھ حدیث گھڑتا تھا"۔ (الكامل في ضعفاء الرجال بتحقيق عادل أحمد ورفقاءه: ۸/ ۳۳۵، ت: ۱۹۹۰)

امام ابو الحسن علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ): "كذاب"۔ (الضعفاء والمتروكون بتحقيق عبد الرحيم محمد القشقري: ۳/ ۱۳۵، ت: ۵۵۶)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: لسان الميزان للحافظ بتحقيق ابی غدة: ۸/ ۴۰۰، ت: ۸۳۹۶ وغیرہ۔

(تنبیہ) الموضوعات میں: "قطب بن وهب" لکھا ہوا ہے۔ راقم با ادب عرض کرتا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح: "وهب بن وهب" ہے جیسا کہ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ کے کلام اور اللآلی المصنوعہ کی سند سے واضح ہوتا ہے۔ والحمد للہ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تحقیق وتخریج

دردِ سر کا علاج

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الامین، امابعد!

محترم قارئین! سیدنا عثمان بن ابی العاص الثقفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے جسم میں ہورہے درد کی شکایت کی جو انہیں اس وقت سے تھا جب سے انہوں نے اسلام قبول کیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: تمہارے جسم میں جس جگہ درد ہوتا ہے، وہاں تم اپنا داہنا ہاتھ رکھو اور تین (۳) بار بسم اللہ پڑھو اور سات (۷) بار یہ کہو: "أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ"۔ "میں اس چیز کے شر سے جو میں (اپنے جسم میں) پاتا ہوں اور جس کا مجھے ڈر ہے، اللہ تعالی کی عزت اور اس کی قدرت کی پناہ چاہتا ہوں"۔

پھر صحابی رسول ﷺ کہتے ہیں: "فَفَعَلْتُ ذَلِكَ، فَأَذْهَبَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ بِي، فَلَمْ أَزَلْ آمُرُ بِهِ أَهْلِي وَغَيْرَهُمْ"۔ "پھر میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالی نے میرے درد کو دور کردیا۔ تب سے میں اپنے گھر والوں اور دوسروں کو یہ دم بتاتا آرہا ہوں"۔ (صحیح مسلم: ۲۲۰۲، وسنن ابی داود بتحقیق الالبانی: ۳۸۹۱، وسنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی: ۳۵۲۲)

اس حدیث سے یہ بات واضح پر طور معلوم ہوتی ہے کہ یہ دعاء جسم میں ہورہے ہر درد کا علاج ہے۔ اگر کسی کا سر درد ہورہا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنا داہنا ہاتھ اپنے سر کے اس حصے پر رکھے جہاں اسے درد ہورہا ہے، پھر تین بار بسم اللہ پڑھے، اور سات بار "أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ" پڑھے۔ ان شاء اللہ العزیز، اللہ اسے دردِ سر سے نجات دے گا۔

لیکن کتب حدیث میں دردِ سر سے نجات کے لئے ایک خاص حدیث مروی ہے جو کہ سخت ضعیف ہے۔ تفصیل پیش خدمت ہے:

امام احمد بن محمد الدینوری، المعروف بابن السنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۴ھ) فرماتے ہیں: **أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحِ بْنِ عَمِيرَةَ، ثنا عِيسَى بْنُ أَحْمَدَ الْعَسْقَلَانِيُّ، ثنا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ أَبِي نَبِيهٍ النُّمَيْرِيِّ، عَنْ خُلَيْدِ بْنِ دَعْلَجٍ، عَنْ قَتَادَةَ بْنِ دِعَامَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا ادَّهَنَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِحَاجِبَيْهِ، فَإِنَّهُ يُذْهِبُ بِالصُّدَاعِ - أَوْ يَمْنَعُ الصُّدَاعَ"۔**

(ترجمہ) قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی تیل لگائے تو اپنی بھوؤں سے ابتداء کرے کیونکہ یہ دردِ سر کو ختم کرنے والا ہے یا دردِ سر کو روک دیتا ہے۔

(تخریج) عمل الیوم واللیلۃ بتحقیق الشیخ سلیم بن عید الھلالی: ۱/۲۲۶، ح: ۱۷۶، وغیرہ۔

(حکم حدیث) "ھذا حدیث مرسل واسنادہ ضعیف جدا"۔ "یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی سند سخت ضعیف ہے"۔

(سبب) روایت ہذا میں چار (۴) علتیں ہیں:

(۱) بقیہ بن ولید بن صائد الحمیری رحمہ اللہ: آپ ثقہ صدوق راوی ہیں لیکن مجہول، ضعیف، متروک اور کذاب راویوں سے کثرت سے تدلیس کرتے تھے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:

۸۴۷ھ): "ثقة في نفسه، لكنه يدلس عن الكذابين"۔ "فی نفسہ ثقہ ہیں لیکن کذاب راویوں سے تدلیس کرتے تھے"۔(ديوان الضعفاء بتحقيق حماد الأنصاري، ص:۵۰، ت:۲۱۹) "ثقة في نفسه، يأتي بالعجائب عن المتروكين والمجهولين ويدلس الأسماء ويغرب كثيراً عن الثقات"۔ "فی نفسہ ثقہ ہیں، متروکین اور مجہولین سے عجیب عجیب روایتیں بیان کی ہیں، ناموں میں تدلیس کرتے تھے اور ثقات سے بکثرت غریب روایتیں بیان کی ہیں"۔ (ذيل ديوان الضعفاء والمتروكين بتحقيق حماد بن محمد الأنصاري، ص:۲۵، ت:۸۱) "وثقه الجمهور فيما سمعه من الثقات"۔ "جمہور ائمہ نے ان کی توثیق کی ہے ان حدیثوں میں جو انہوں نے ثقات سے براہ راست سنی ہیں"۔ (الكاشف بتحقيق محمد عوامة وغيره: ۱/۲۷۳، ت:۶۱۹)

امام ابوسعید صلاح الدین خلیل بن کیکلدی العلائی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۶۱ھ): "مشهور به(ای :بالتدليس) مكثر له عن الضعفاء يعاني التسوية"۔ "آپ تدلیس میں مشہور تھے، ضعیف راویوں سے زیادہ تدلیس کرتے تھے، نیز تدلیس تسویہ کے بھی مرتکب تھے"۔ (جامع التحصيل في أحكام المراسيل بتحقيق حمدی السلفی:۱۰۵)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ): "صدوق كثير التدليس عن الضعفاء"۔ "صدوق ہیں، ضعیف راویوں سے کثرت سے تدلیس کرتے تھے"۔ (تقريب التهذيب بتحقيق محمد عوامة، ص:۱۲۶، ت:۷۳۴) "وكان كثير التدليس عن الضعفاء والمجهولين"۔ "آپ ضعفاء اور مجہولین سے کثرت سے تدلیس کرتے تھے"۔ (تعريف اهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس بتحقيق الدكتور عاصم، ص:۴۹، ت:۱۱۷)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزی بتحقيق بشار عواد: ۴/۱۹۲، ت:۷۳۸، وغیرہ۔

اور روایت ہذا میں انہوں نے سماع کی صراحت نہیں کی ہے۔

(۲) ابونبیہ النمیری : اس کا ترجمہ مجھے نہیں مل سکا۔

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لم أجد له ترجمة، فالظاهر أنه من مشايخ بقية المجهولين"۔ "میں اس کا ترجمہ نہیں پاسکا۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہ بقیہ بن ولید کے مجہول اساتذہ میں سے ہے"۔ (الضعيفة:۵/۲۴۰، تحت الحديث:۲۲۱۲)

(۳) خلید بن دعلج ابو حلبس السدوسی: یہ ضعیف راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابو زکریا یحیی بن معین رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۳ھ): "ليس بشيء"۔ (تاريخ ابن معين (رواية الدوري) بتحقيق احمد محمد:۴/۴۳۲، ت:۵۱۵۰) "ضعيف الحديث"۔ (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم بتحقيق المعلمی:۳/۳۸۴، ت: ۱۷۵۹، واسنادہ صحیح)

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی:۲۴۱ھ): "ضَعِيف الحَدِيث"۔ (العلل ومعرفة الرجال بتحقيق وصي الله بن محمد عباس:۳/۵۶، ت:۴۱۵۰)

امام ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۷ھ): "صالح ليس بالمتين في الحديث، حدث عن قتادة أحاديث بعضها منكرة"۔ "یہ صالح ہے لیکن حدیث میں مضبوط نہیں ہے، اس نے قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ سے کئی احادیث روایت کی ہیں، ان میں سے بعض احادیث منکر ہیں"۔ (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم بتحقيق المعلمی:۳/۳۸۴، ت:۱۷۵۹)

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۰۳ھ): "ليس بثقة"۔ "یہ ثقہ نہیں ہے"۔ (الضعفاء والمتروكون بتحقيق محمود إبراهيم زايد، ص:۳۶، ت:۱۷۵)

امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۴ھ): "كَانَ كثير الْخَطَأ فِيمَا يَرْوِي عَن قَتَادَة وَغَيره يُعجبني التنكب عَن حَدِيثه إِذا انْفَرد"۔ "یہ قتادہ اور ان کے علاوہ سے روایت کرنے میں کثرت سے خطا کرنے والا ہے، جس حدیث کو یہ بیان کرنے میں منفرد ہو، تو میرے نزدیک یہ ہے کہ اس حدیث سے بچنا چاہیے"۔ (المجروحين بتحقيق محمود إبراهيم:۱/۲۸۵، ت:۳۱۰)

امام ابو احمد بن عدي الجرجانی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۶۵ھ):"وعامة حدثه يتابعه عليه غيره وفي بعض حديثه إنكار وليس بالمنكر الحديث جدا"۔ "اس کی اکثر وبیشتر احادیث بیان کرنے میں دوسرے رواۃ اسکی متابعت کرتے ہیں اوراس کی بعض احادیث میں نکارت ہے لیکن سخت منکر الحدیث نہیں ہے"۔(الكامل في ضعفاء الرجال بتحقيق عادل أحمد ورفقاءه:۴۸۹/۳،ت:۲۰۶)

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ):"مُحَدِّثٌ، بَصْرِيٌّ، ضَعِيفٌ"۔ "محدث بصری ہیں اورضعیف ہیں"۔ (سير أعلام النبلاء بتحقيق مجموعة من المحققين :۱۹۵/۷،ت:۷۱)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ):"ضعيف"۔(تقريب التهذيب بتحقيق محمد عوامة،ص:۱۹۵،ت:۱۷۴۰)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزي بتحقيق بشار عواد:۳۰۷/۸،ت:۱۷۱۶ وغیرہ۔

(۴) قتادہ بن دعامہ بن قتادہ السدوسی رحمہ اللہ : یہ ثقہ حافظ العصر، تابعی ہیں اور ڈائریکٹ اللہ کے نبی ﷺ سے روایت کر رہے ہیں لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے۔

(تنبیہ) زیر بحث روایت مسند الفردوس میں، امام ابن السنی رحمہ اللہ کے طریق سے ہی ہے لیکن اس میں قتادہ رحمہ اللہ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا واسطہ ہے جس کے متعلق:

(۱) علامہ احمد بن محمد الغماری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"ومن طريقه أخرجه الديلمي في مسند الفردوس فوصله عن أنس، فهو زيادة منه إما سهوًا وإمّا عمدًا"۔"اور اسی طریق سے امام دیلمی رحمہ اللہ نے بھی مسند الفردوس میں اس کو، انس رضی اللہ عنہ سے موصولا روایت کیا ہے اور یہ زیادتی ان کی جانب سے سہوا ہے یا عمداً"۔(المداوي:۲۷۵/۱،ح:۳۶۹)

(۲) علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"فذكر أنس فيه خطأ من بعض من دون ابن السني عنه. والله أعلم"۔"مسند الفردوس میں انس رضی اللہ عنہ کا ذکر امام ابن السنی-رحمہ اللہ- سے جو نیچے راوی ہیں، ان میں سے کسی کی جانب سے غلطی ہے۔ واللہ اعلم"۔(الضعيفة:۲۴۰/۵،تحت الحديث:۲۲۱۲)

راقم کہتا ہے کہ اگر کوئی اسے راوی کی غلطی نا مانے تو اس کی خدمت میں باادب عرض ہے کہ اگر اسے مرفوع مان بھی لیا جائے، تب بھی یہ سند کے لئے نفع بخش نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں بھی سند میں چار(۴) علتیں ہوں گی۔ تین علتیں تو وہی ہیں جو گزشتہ سطور میں گزرچکی ہیں اور چوتھی علت یہ ہوگی کہ امام قتادہ رحمہ اللہ تیسرے طبقے کے مشہور مدلس ہیں اور انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سماع کی صراحت نہیں کی ہے۔

(فائدہ) امام علی بن الجعد الجوہری البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی :۲۳۰ھ) فرماتے ہیں: **حَدَّثَنَا عَمِّي، نا مُعَلَّى بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ: سَمِعْتُ شَيْخًا يُكْنَى أَبَا صَالِحٍ عَلَى بَابِ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ أَبِي عَرُوبَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: دَهْنُ الْحَاجِبَيْنِ أَمَانٌ مِنَ الصُّدَاعِ۔**

(ترجمہ) قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں بھوؤں کو تیل لگانا، دردِ سر سے بچنے کا باعث ہے۔

(تخریج) مسند ابن الجعد بتحقيق عامر أحمد حيدر، ص:۱۶۰، ح:۱۰۲۵۔

(حکم حدیث) ''اسنادہ ضعیف"۔"اس کی سند ضعیف ہے''۔

(وجہ ضعف) روایت ہذا کی سند میں ایک راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا ہے، صرف اس کی کنیت بیان کی گئی ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ یہ کون ہے؟ واللہ اعلم. نیز اس میں ایک اور علت ہے لیکن اسے نظر انداز کیا جارہا ہے۔

(خلاصۃ التحقیق) زیر بحث روایت سخت ضعیف ہے لہذا اس پر عمل نہ کیا جائے۔ صحیح مسلم کی روایت اس سے بے نیاز کردیتی ہے۔ والحمدللہ علی ذلک۔

تحقیق وتخریج

شہد اور بارش کا پانی

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

سوال: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حلال کمائی سے شہد خرید کر، بارش کے پانی میں ملا کر پیا جائے تو ہر بیماری سے شفاء ہے۔ (کنز العمال: ح:۲۸۱۷۲) کیا یہ حدیث صحیح ہے؟۔رہنمائی فرمائیں۔

جواب: الحمدللہ وحدہ، والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ، امابعد:

یہ حدیث موضوع ہے، تفصیل پیش خدمت ہے: امام ابونعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۳۰ھ) فرماتے ہیں: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثنا أَبُو زُرْعَةَ الْمَوْصِلِيُّ تَرِيكُ بْنُ مَنَاسِ بْنِ يَعْقُوبَ، ثنا يُوسُفُ بْنُ زُرَيْقٍ الْمَوْصِلِيُّ، ثنا عَمِّي، ثنا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دِرْهَمٌ حَلَالٌ يَشْتَرِي بِهِ عَسَلًا وَيَشْرَبُ بِمَاءِ الْمَطَرِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ"۔ (ترجمہ) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حلال درہم سے شہد خرید کر، (اس میں) بارش کے پانی کو ملا کر پیا جائے تو ہر بیماری سے شفاء ہے"۔

(تخریج) تاریخ أصبهان بتحقيق سيد كسروي: ۱/۴۴۶، وغیرہ۔

(حکم حدیث) "ھذا حدیث موضوع واسنادہ مظلم"۔ "یہ حدیث موضوع ہے اور اس کی سند تاریک ہے"۔

علامہ احمد بن محمد ابوالفیض الغماری رحمہ اللہ: "موضوع"۔ (المداوي: ۴/۲۱، ح:۱۹۵۴)

علامہ البانی رحمہ اللہ: "ضعیف"۔ (الضعیفة: ۸/۹۱، ح:۳۵۹۶)

(سبب) روایت ہذا کی سند میں کئی راوی ایسے ہیں جن کا ترجمہ مجھے نہیں مل سکا۔

(۱) ابو زرعہ تریک بن مناس الموصلی۔ (۲) یوسف بن زریق الموصلی۔ (۳) یوسف الموصلی کے چچا۔

ان تینوں کی بابت علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لم أعرفهم"۔ "میں ان کو جرح وتعدیل کے اعتبار سے نہیں جانتا ہوں"۔ (الضعیفة: ۸/۹۱، ح:۳۵۹۶)

(۴) علی بن محمد: امام اصبہانی رحمہ اللہ نے اسے تاریخ اصبہان میں ذکر کیا اور اس کی بابت جرح وتعدیل کا کوئی کلمہ نہیں کہا، پھر اسی کے ترجمے میں مذکورہ روایت کو نقل کیا ہے۔

(فائدہ) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ:...شَرْبَةِ عَسَلٍ..." "تین چیزوں میں شفاء ہے:... شہد کے پینے میں..."۔ (صحیح البخاری: ۵۶۸۱)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا بھائی پیٹ کی تکلیف میں مبتلا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: انہیں شہد پلاؤ۔ پھر دوسری مرتبہ وہی آدمی حاضر ہوا تو آپ نے اسے اس مرتبہ بھی شہد پلانے کے لیے کہا۔ وہ پھر تیسری مرتبہ آیا اور عرض کیا کہ (حکم کے مطابق) میں نے عمل کیا (لیکن شفاء نہیں ہوئی) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، انہیں پھر شہد پلاؤ۔ چنانچہ انہوں نے شہد پھر پلایا اور اسی سے وہ تندرست ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۵۶۸۴)

مذکورہ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شہد کے پینے میں شفاء ہے۔ لیکن سوال میں مذکور حدیث میں جو نسخہ اور فائدہ بیان ہوا ہے اسے رسول ﷺ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے۔

فضائل ذکر

کلمات أربعہ (سبحان اللہ، الحمد للہ، لاالہ الااللہ، أللہ أکبر) کی فضیلت

تحریر: فضیلۃ الدکتور عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر حفظہ اللہ

ترجمانی: رضوان اللہ عبدالرؤف سراجی

الحمد للہ رب العالمین، والصلوۃ والسلام علی إمام المرسلین، نبینا محمد وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین: أما بعد:

محترم قارئین! چونکہ اللہ تعالی کے نزدیک ان چار کلموں (۱) سبحان اللہ (۲) الحمد للہ (۳) لا الہ الا اللہ (۴) اللہ اکبر، کی بڑی فضیلت اور بہت بڑا مقام ہے، انہیں خصوصی اہمیت حاصل ہے، یہ چاروں کلمے اپنے علاوہ دیگر کلمات سے ممتاز ہیں اور اس پر بے شمار دلیلیں ہیں، جو شخص یہ کلمے ادا کرے گا وہ دنیا و آخرت میں بے انتہا اجر، بے شمار اور متواتر ثواب کا حق دار ہوگا۔

چونکہ یہ مضمون دراصل میری کتاب "فقہ الأدعیۃ والأذکار" کا ایک جزء ہے، دل میں خیال آیا کہ اگر اسے الگ سے یکجا کردیا جائے تو ممکن ہے کہ اس کا زیادہ فائدہ ہو، اور دیگر بھائیوں نے بھی اسی طرف رہنمائی کیا کہ اسے ایک مستقل رسالہ بنا دیا جائے تو اس کا کچھ زیادہ ہی فائدہ ہوگا، یہی وجہ ہے کہ میں نے اسے الگ سے کتابی شکل دیا۔

محترم قارئین! مذکورہ کلمات کے حوالے سے یہ فضیلتیں آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہیں، اسے پڑھیں اور غور کریں، ہوسکتا ہے آپ کے ارادے میں پختگی آئے، آپ کے عزم و ہمت کو حوصلہ ملے اور آپ کے اندر ان کلمات کی ادائیگی کا شوق پیدا ہو، اللہ تعالی توفیق دینے والا اور نیکیوں پر مدد کرنے والا ہے، اللہ تعالی ہی قوی اور طاقت ور ہے اس کے علاوہ اور کوئی طاقت وقوت والا نہیں۔

۱۔ **پہلی فضیلت**: یہ ہے کہ اللہ تعالی کو یہ کلمے بہت محبوب ہیں۔ جیسا کہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللهِ أَرْبَعٌ: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ. لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ"۔ "اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب چار (کلمے) ہیں: (۱) سبحان اللہ (۲) الحمد للہ (۳) لا الہ الا اللہ (۴) اللہ أکبر، آپ ان میں سے کوئی بھی پہلے کہیں آپ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۲۱۳۷)

اور امام ابوداؤد الطیالسی رحمہ اللہ نے یہی روایت اپنی مسند میں بایں الفاظ روایت کیا ہے: "أَرْبَعٌ هُنَّ مِنْ أَطْيَبِ الْكَلَامِ وَهُوَ مِنَ الْقُرْآنِ وَلَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ"۔ چار کلمے پاکیزہ کلام میں سے ہیں اور وہ قرآن کا حصہ ہیں نیز آپ ان میں سے کوئی بھی پہلے کہیں آپ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں: (۱) سبحان اللہ (۲) الحمد للہ (۳) لا الہ الا اللہ (۴) اللہ أکبر۔ (مسند أبی داؤد الطیالسی: ۹۴۱)

۲۔ **دوسری فضیلت**: یہ ہے کہ نبی ﷺ کی دی گئی خبروں کے مطابق جن جن چیزوں پر سورج کی روشنی پڑی ہے یعنی دنیا و دنیا کی تمام چیزوں میں سب سے زیادہ محبوب یہی کلمے ہیں۔ جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "لَأَنْ أَقُولَ سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ" (۱) سبحان اللہ (۲) الحمد للہ (۳) لا الہ الا اللہ (۴) اللہ أکبر کہنا میرے نزدیک ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج

طلوع ہوا ہے۔(صحیح مسلم:۲۶۹۵)

۳۔ **تیسری فضیلت:** جس کے حوالے سے ایک روایت امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں جید سند کے ساتھ عاصم بن بہدلہ سے روایت کیا ہے' وہ أبو صالح سے روایت کرتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ اُم ہانی بنت أبی طالب سے مروی ہے کہ : "مَرَّ بِي ذَاتَ يَوْمٍ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ: إِنِّي قَدْ كَبِرْتُ وَضَعُفْتُ، أَوْ كَمَا قَالَتْ، فَمُرْنِي بِعَمَلٍ أَعْمَلُهُ وَأَنَا جَالِسَةٌ، قَالَ: سَبِّحِي اللهَ مِائَةَ تَسْبِيحَةٍ، فَإِنَّهَا تَعْدِلُ لَكِ مِائَةَ رَقَبَةٍ تُعْتِقِينَهَا مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَاحْمَدِي اللهَ مِائَةَ تَحْمِيدَةٍ، تَعْدِلُ لَكِ مِائَةَ فَرَسٍ مُسْرَجَةٍ مُلْجَمَةٍ، تَحْمِلِينَ عَلَيْهَا فِي سَبِيلِ اللهِ، وَكَبِّرِي اللهَ مِائَةَ تَكْبِيرَةٍ' فَإِنَّهَا تَعْدِلُ لَكِ مِائَةَ بَدَنَةٍ مُقَلَّدَةٍ مُتَقَبَّلَةٍ، وَهَلِّلِي اللهَ مِائَةَ تَهْلِيلَةٍ، قَالَ ابْنُ خَلَفٍ: أَحْسِبُهُ قَالَ، تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَلَا يُرْفَعُ يَوْمَئِذٍ لِأَحَدٍ مِثْلُ عَمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَ بِمِثْلِ مَا أَتَيْتِ بِهِ"۔ ایک دن اللہ کے رسول ﷺ کا گزر میرے پاس سے ہوا تو میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں بوڑھی اور کمزور ہو چکی ہوں یا اسی طرح کا کوئی جملہ کہا' لہٰذا آپ مجھے ایسے کام کا حکم دیں کہ میں اسے بیٹھ کر کر سکوں' تو آپ ﷺ نے فرمایا: آپ سو مرتبہ اللہ کی تسبیح بیان کرو یعنی سبحان اللہ کہا کرو' یقیناً وہ آپ کے لئے اولاد اسماعیل سے سو گردن آزاد کرنے کے برابر ہے' سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو یعنی الحمد للہ کہو' وہ آپ کے لئے سو لگام لگے ہوئے اور زین کسے ہوئے گھوڑے کے مثل ہے جنہیں اللہ کی راہ میں استعمال کے لئے آپ نے دیا ہو' سو مرتبہ تکبیر یعنی اللہ اکبر کہا کرو' یہ سو قلادہ پہنے ہوئے مقبول اونٹوں کے مانند ہے اور سو مرتبہ تہلیل یعنی لا الہ الا اللہ کہا کرو' ابن خلف یعنی عاصم سے روایت کرنے والے راوی فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا: یہ کلمہ آسمان اور زمین کے مابین کی تمام چیزوں کو بھر دے گا اور اس دن کسی کا کوئی عمل تمہاری طرح اللہ کی بارگاہ میں نہیں اٹھایا جائے گا مگر یہ کہ وہ اسی طرح کا عمل لائے گا جس طرح تو لائے گی۔(مسند أحمد: ۲۶۹۱۱' شعب الایمان: ۶۱۲' امام منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے :الترغیب والترھیب: ۲/۴۰۹' اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو حسن کہا ہے:(السلسلۃ الصحیحۃ:۳/۳۰۳)

ان مذکورہ کلمات پر ان ترتیب وار نیکیوں میں آپ ذرا غور کریں کہ سو مرتبہ تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنا اولاد اسماعیل میں سے سو گردن آزاد کرنے کے برابر ہے' اب یہاں پر ایک اور سوال یہ ہوتا ہے کہ آخر اللہ کے نبی ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ اولاد اسماعیل ہی کا ذکر کیوں کیا؟ کیوں کہ وہ اونچے نسب والے تھے' جس نے اللہ کی تعریف سو مرتبہ کیا یعنی سو مرتبہ الحمد للہ کہا تو اس کے لئے اس شخص کی طرح جس نے سو لگام لگے ہوئے اور زین کسے ہوئے گھوڑے اللہ کی راہ میں صدقہ کیا۔

اور جس نے سو مرتبہ تکبیر یعنی اللہ اکبر کہا اس کے لئے سو قلادہ پہنے ہوئے مقبول اونٹوں کے مثل ثواب ہے' اور جس نے سو مرتبہ تہلیل یعنی لا الہ الا اللہ کہا تو اس کا یہ کہنا آسمان اور زمین کے مابین کی تمام چیزوں کو بھر دے گا' اور کسی کا کوئی بھی عمل اللہ کی بارگاہ میں اتنا عظیم نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ اسی عورت کے مثل عمل لائے گا۔

۴۔ **چوتھی فضیلت:** یہ ہے کہ یہ گناہوں کا کفارہ ہیں۔ جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "مَا عَلَى الْأَرْضِ رَجُلٌ يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، وَسُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، إِلَّا كُفِّرَتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ، وَلَوْ كَانَتْ أَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ"۔ اس روئے زمین پر جو شخص (۱) سبحان اللہ (۲) الحمد للہ (۳) لا الہ الا اللہ (۴) اللہ اکبر (۵) اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے گا اس کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے' وہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔(مسند أحمد: ۶۴۷۹' جامع الترمذی: ۳۴۶۰' مستدرک الحاکم: ۱۸۳۵' صحیح الجامع: ۵۶۳۶)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن اور امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام حاکم کی موافقت کی ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

البتہ یہ یاد رہے کہ جو گناہ مٹائے جائیں گے وہ گناہ صغیرہ ہیں کیوں کہ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ:"الصَّلَاةُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ، مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ" پانچ نمازیں، جمعہ سے جمعہ تک اس چیز کا کفارہ ہے جو ان کے درمیان ہے جب تک کبائر کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۳)

یعنی گناہوں کی معافی کو گناہ کبیرہ سے الگ کر دیا گیا ہے کیوں کہ کبیرہ گناہ صرف توبہ سے معاف ہوں گے، بغیر توبہ کے معافی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

اسی معنی کی ایک اور روایت ہے جسے امام ترمذی وغیرہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ :"أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَجَرَةٍ يَابِسَةِ الْوَرَقِ فَضَرَبَهَا بِعَصَاهُ فَتَنَاثَرَ الْوَرَقُ، فَقَالَ: إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ وَسُبْحَانَ اللهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ لَتُسَاقِطُ مِنْ ذُنُوبِ الْعَبْدِ كَمَا تَسَاقَطَ وَرَقُ هَذِهِ الشَّجَرَةِ"۔ رسول اللہ ﷺ ایک ایسے درخت کے پاس سے گزرے جس کی پتیاں سوکھ گئی تھیں، آپ ﷺ نے اس پر اپنی چھڑی ماری تو پتیاں جھڑ پڑیں، آپ ﷺ نے فرمایا: (۱) سبحان اللہ (۲) الحمد للہ (۳) لا الہ الا اللہ (۴) اللہ اکبر کہنے سے بندے کے گناہ ایسے ہی جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت کی پتیاں جھڑ گئیں۔ (جامع الترمذی: ۳۵۳۳، صحیح الجامع: ۱۶۰۱)

۵۔ **پانچویں فضیلت**: یہ ہے کہ بقول رسول ﷺ یہ جنت کے پودے ہیں۔ جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَقْرِئْ أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ، وَأَنَّهَا قِيعَانٌ، وَأَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ"۔ جس رات مجھے معراج کرائی گئی، اس رات میں ابراہیم علیہ السلام سے ملا، ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے محمد! اپنی امت کو میری جانب سے سلام کہہ دینا اور انہیں بتا دینا کہ جنت کی مٹی بہت اچھی (زرخیز) ہے، اس کا پانی بہت میٹھا ہے، اور وہ خالی پڑی ہوئی ہے' اور اس کے پودے (۱) سبحان اللہ (۲) الحمد للہ (۳) لا الہ الا اللہ (۴) اللہ اکبر ہیں۔ (جامع الترمذی: ۳۴۶۲، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے: السلسلۃ الصحیحۃ: ۱۰۵)

اس حدیث کی سند میں عبد الرحمٰن بن اسحاق نامی ایک راوی ہے لیکن ابو ایوب انصاری اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی دو حدیثیں اس حدیث کی شاہد ہیں جن کے ذریعہ یہ حدیث تقویت پا جاتی ہے۔

قیعان یہ قاع کی جمع ہے ہموار زمین یعنی زمین کا وہ حصہ جس پر آسمان سے پانی برستا ہے تو وہ اسی میں جذب ہو جاتا ہے، پھر اس سے نباتات اور پودے اگتے ہیں۔ (النہایۃ: ۱۳۲/۴)

۶۔ **چھٹی فضیلت**: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اسلام میں ایسے مومن سے افضل کوئی نہیں ہے جس کی عمر میں اضافہ کیا جائے اور یہ وہ شخص ہے جو کثرت سے (۱) سبحان اللہ (۲) الحمد للہ (۳) لا الہ الا اللہ (۴) اللہ اکبر کہتا ہے۔ جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "عمل الیوم واللیلۃ" میں بسند حسن عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت نقل کیا ہے کہ: "أَنَّ نَفَرًا مِنْ بَنِي عُذْرَةَ ثَلَاثَةً، أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمُوا، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَكْفِينِيهِمْ؟ قَالَ طَلْحَةُ: أَنَا. قَالَ: فَكَانُوا عِنْدَ طَلْحَةَ، فَبَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيهِ أَحَدُهُمْ فَاسْتُشْهِدَ، قَالَ: ثُمَّ بَعَثَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيهِ آخَرُ فَاسْتُشْهِدَ، قَالَ: ثُمَّ مَاتَ الثَّالِثُ عَلَى فِرَاشِهِ، قَالَ

طَلْحَةُ: فَرَأَيْتُ هٰؤُلاءِ الثَّلاثَةَ الَّذِينَ كَانُوا عِنْدِي فِي الْجَنَّةِ، فَرَأَيْتُ الْمَيِّتَ عَلٰى فِرَاشِهِ أَمَامَهُمْ، وَرَأَيْتُ الَّذِي اسْتُشْهِدَ أَخِيرًا يَلِيهِ، وَرَأَيْتُ الَّذِي اسْتُشْهِدَ أَوَّلَهُمْ آخِرَهُمْ، قَالَ: فَدَخَلَنِي مِنْ ذَالِكَ، قَالَ: فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لَهُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا أَنْكَرْتَ مِنْ ذَالِكَ لَيْسَ أَحَدٌ أَفْضَلَ عِنْدَ اللهِ مِنْ مُؤْمِنٍ يُعَمَّرُ فِي الْإِسْلَامِ لِتَسْبِيحِهِ وَتَكْبِيرِهِ وَتَهْلِيلِهِ"۔ قبیلہ بنی عذرہ کے تین لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے اسلام قبول کیا تو نبی ﷺ نے کہا کہ کون میری طرف سے انکی میزبانی کرے گا؟ طلحہ نے فرمایا: میں، وہ لوگ طلحہ کے پاس تھے کہ نبی ﷺ نے ایک گروپ بھیجا تو ان میں سے ایک نکلا تو وہ شہید ہو گیا، آپ ﷺ نے پھر ایک گروپ بھیجا تو پھر ان میں سے ایک نکلا تو وہ بھی شہید ہوگیا اور تیسرا اپنے بستر ہی پہ وفات پا گیا، طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (بحالت خواب) ان تینوں کو جنت میں دیکھا، جس کا انتقال بستر پر ہوا تھا وہ ان میں آگے آگے تھا اور اسکے بعد وہ تھا جو بعد میں شہید ہوا تھا اور پھر وہ تھا جو پہلے شہید ہوا تھا، طلحہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات عجیب لگی، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے پاس آکر اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں اس میں کیا عجیب لگا، اللہ کے نزدیک ایسے مومن سے کوئی بھی افضل نہیں ہے جسے بحالت اسلام لمبی عمر دی جائے اس کے اس مدت میں تسبیح، تکبیر، اور تہلیل کرنے کی وجہ سے۔ (مسند أحمد: ۱۴۰۱، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے: السلسلة الصحيحة: ۶۵۴)

پتہ چلا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نگاہ میں اس شخص کی بڑی وقعت وحیثیت ہے جس کی عمر لمبی ہو، جس کا عمل اچھا ہو اور جس کی زبان ذکر الٰہی میں ہمہ وقت مشغول رہے۔

۷۔ **ساتویں فضیلت**: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے انہیں منتخب کرلیا ہے اور جو ان کا ورد کرتا رہے گا اس پر من جانب اللہ اجر وثواب مرتب ہوگا۔ جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی مستدرک میں بسند صحیح ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت نقل کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ اللهَ اصْطَفَى مِنَ الْكَلَامِ أَرْبَعًا: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، فَمَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ، كُتِبَ لَهُ عِشْرُونَ حَسَنَةً، وَحُطَّتْ عَنْهُ عِشْرُونَ سَيِّئَةً، وَمَنْ قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ فَمِثْلُ ذَالِكَ، وَمَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ فَمِثْلُ ذَالِكَ، وَمَنْ قَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِهِ كُتِبَ لَهُ ثَلَاثُونَ حَسَنَةً وَحُطَّتْ عَنْهُ ثَلَاثُونَ سَيِّئَةً"۔ اللہ تعالیٰ نے چار کلمات کو چن لیا (۱) سبحان اللہ (۲) الحمد للہ (۳) لا الہ الا اللہ (۴) اللہ اکبر، جو سبحان اللہ کہے گا اس کے لئے بیس نیکیاں لکھی جائیں گی اور بیس گناہ مٹائے جائیں گے، اور جو اللہ اکبر کہے گا اس کے لئے بھی اسی کے مثل اجر ہوگا اور جو لا الہ الا اللہ کہے گا اس کے لئے بھی اسی کے مثل ہوگا اور جو اپنے آپ سے الحمد للہ رب العالمین کہے گا اس کے لئے تیس نیکیاں لکھی جائیں گی اور تیس گناہ مٹائے جائیں گے۔ (السنن الکبری للنسائی: ۱۰۶۰۸، مسند أحمد: ۸۰۱۲، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح الجامع (۱۷۱۸) میں صحیح کہا ہے)

جب بندہ اپنے آپ سے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے تو اس کے ثواب میں اللہ تعالیٰ اضافہ کردیتا ہے کیوں کہ حمد کسی نہ کسی وجہ سے واقع ہوتی ہے۔ مثلاً کھانا کھانے کے بعد، پانی پینے کے بعد یا کسی نعمت کے ملنے کے بعد، گویا حمد اس چیز کے مقابلہ میں ہوتی ہے جو بوقت حمد بندے کو دی جاتی ہے، اور جب بندہ اپنی طرف سے حمد کرتا ہے اور کسی نعمت کا حصول اس پر اسے آمادہ نہیں کرتا تو ایسی صورت میں اسکا ثواب دوچند کردیا جاتا ہے۔

۸۔ **آٹھویں فضیلت**: یہ ہے کہ یہ جہنم سے بچاؤ کا سبب ہیں، جو شخص یہ کلمات اپنی زبان سے ادا کرتا ہے بروز قیامت یہ اللہ تعالیٰ کے پاس آکر اسے نجات دلائیں گے۔ جیسا کہ امام حاکم رحمہ

اللہ نے اپنی مستدرک میں اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "عمل الیوم واللیلۃ" اور ان کے علاوہ دیگر نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت نقل کیا ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ فرمایا "خُذُوا جُنَّتَكُمْ. قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ: مِنْ عَدُوٍّ قَدْ حَضَرَ؟ قَالَ: لَا جُنَّتَكُمْ مِنَ النَّارِ، قُولُوا: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، فَإِنَّهَا يَأْتِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُنْجِيَاتٍ وَمُقَدَّمَاتٍ وَهُنَّ الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ"۔

اپنی ڈھال لے لو، ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا دشمن کے حاضری کا وقت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ جہنم سے اگر تم نجات چاہتے ہو تو (۱) سبحان اللہ (۲) الحمد للہ (۳) لا الہ الا اللہ (۴) اللہ اکبر کہو، بروز قیامت یہ نجات دہندہ اور پیش رو بن کر آئیں گے اور یہ باقی رہنے والی نیکیاں ہوں گی۔

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے، پر انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی موافقت کی ہے، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۹۸۵، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ح: ۸۴۸، صحیح الجامع: ۳۲۱۴)

اس روایت میں اس بات کی بھی وضاحت ہے جو ان کلمات کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ وہ باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا﴾ اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے رب کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں۔ (الکھف: ۴۶)

یہاں "الباقیات" کا معنی ہے جس کا ثواب باقی رہے گا اور جس کی جزا ہر دم ملے گی، یہ سب سے بہتر آرزو اور سب سے بہتر ثواب ہے جس کی بندہ ہمیشہ آس لگائے رہتا ہے۔

۹۔ **نویں فضیلت**: یہ ہے کہ یہ کلمے عرش کے اردگرد گھومتے رہتے ہیں، ان میں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کے مثل آواز ہوتی ہے اور یہ اپنے کہنے والے کا ذکر کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ مِمَّا تَذْكُرُونَ مِنْ جَلَالِ اللهِ التَّسْبِيحَ، وَالتَّهْلِيلَ، وَالتَّحْمِيدَ يَنْعَطِفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ، لَهُنَّ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ، تُذَكِّرُ بِصَاحِبِهَا، أَمَا يُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَوْ لَا يَزَالَ لَهُ مَنْ يُذَكِّرُ بِهِ"؟ اللہ تعالی کا جلال جو تم ذکر کرتے ہو وہ تسبیح (سبحان اللہ)، تہلیل (لا إله إلا الله) اور تحمید (الحمد للہ) ہے، یہ کلمے عرش کے اردگرد گھومتے رہتے ہیں، ان میں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز ہوتی ہے، اپنے کہنے والے کا ذکر کرتے ہیں (اللہ کے سامنے) کیا تم میں سے کوئی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے لیے ایک ایسا شخص ہو جو اللہ تعالی کے سامنے اس کا برابر ذکر کرتا رہے۔ (سنن ابن ماجه: ۳۸۰۹، مسند الامام أحمد بن حنبل: ۱۸۳۶۲، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۸۵۵)

اور مسند البزار کی روایت میں تحمید کے بجائے تکبیر آیا ہے۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ الَّذِي تَذْكُرُونَ مِنْ جَلَالِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مِنْ تَسْبِيحِهِ وَتَكْبِيرِهِ وَتَهْلِيلِهِ، يَنْعَطِفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ لَهُنَّ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ، يُذَكِّرْنَ بِصَاحِبِهِنَّ، أَفَلَا يُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَلَّا يَزَالُ مِنْهُ عِنْدَ اللهِ مَنْ يُذَكِّرُهُ بِهِ" اللہ تبارک وتعالی کا جلال جس کا ذکر تم کرتے ہو وہ تسبیح (سبحان اللہ) تکبیر (اللہ اکبر) اور تہلیل (لا إله إلا الله) ہے، یہ کلمے عرش کے اردگرد گھومتے رہتے ہیں، ان میں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز ہوتی ہے، اپنے کہنے والے کا ذکر کرتے ہیں (اللہ کے سامنے) کیا تم میں سے کوئی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے لیے ایک ایسا شخص ہو جو اللہ تعالی کے سامنے اس کا برابر ذکر کرتا رہے۔ (مسند البزار: ۳۲۳۶، الأسماء والصفات للبیھقی: ۲۷۵)

بوصیری رحمہ اللہ زوائد سنن ابن ماجہ میں فرماتے ہیں کہ: "اسنادہ صحیح، رجالہ ثقات" اس کی سند صحیح اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

مذکورہ روایت کی روشنی میں ان کلمات کی یہ فضیلت معلوم ہوئی کہ یہ کلمے عرش کے اردگرد گھومتے رہتے ہیں، ان میں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی سی آواز ہوتی ہے، یعنی ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی آواز کے مشابہ ہوا کرتی ہے، یہ اس کا ذکر کرتی ہیں جو دنیا میں ان کا ورد کرتا ہے، ان کلمات کے ورد پر عوام کو ابھارنے کا یہ روایت سب سے بڑا ذریعہ ہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ "أَفَلَا يُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَلَّا يَزَالَ مِنْهُ عِنْدَ اللهِ مَنْ يُذَكِّرُهُ بِهِ" کیا تم میں سے کوئی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے لیے ایک ایسا شخص ہو جو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کا برابر ذکر کرتا رہے۔

۱۰۔ **دسویں فضیلت**: یہ ہے کہ یہ میزان میں وزنی ہوں گے۔ جیسا کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے " عمل الیوم واللیلۃ " میں، امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم رحمہ اللہ ودیگر نے روایت کیا ہے کہ ابو سلمیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: "بَخٍ بَخٍ - وَأَشَارَ بِيَدِهِ بِخَمْسٍ - مَا أَثْقَلَهُنَّ فِي الْمِيزَانِ: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، وَالْوَلَدُ الصَّالِحُ يُتَوَفَّى لِلْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فَيَحْتَسِبُهُ" واہ واہ - اور آپ نے اپنے ہاتھ سے پانچ کا اشارہ کیا - ترازو میں (۱) سبحان اللہ (۲) الحمد للہ (۳) لا الہ الا اللہ (۴) اللہ اکبر کا کتنا وزن ہے، اور اس بات کا کہ کسی مسلمان کا کوئی نیک لڑکا انتقال کر جاتا ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور اجر کی امید کرتا ہے۔ (السنن الکبری للنسائی: ۹۹۲۳، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۶۷، صحیح ابن حبان: ۸۳۳، و اللفظ لہ، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۸۸۵، اور اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس پر موافقت کی ہے)

مذکورہ روایت پر ثوبان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت شاہد ہے جس کی تخریج امام بزار رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں کی ہے اور فرمایا کہ "اسنادہ حسن" اس کی سند صحیح ہے۔ (کشف الأستار عن زوائد البزار: ۳۰۷۲)

۱۱۔ **گیارھویں فضیلت**: یہ ہے کہ ان میں سے ہر کلمے کے بدلے ایک صدقہ ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: "أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللهِ، ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالْأُجُورِ، يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ، قَالَ: أَوَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللهُ لَكُمْ مَا تَصَّدَّقُونَ؟ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةً، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ، وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيَأتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ"۔ چند صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مال والے تو اجر و ثواب لوٹ لے گئے، اس لئے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں اور اپنے زائد مالوں میں سے صدقہ دیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے بھی تو اللہ تعالیٰ نے صدقہ کا سامان کر دیا ہے کہ ہر تسبیح (یعنی سبحان اللہ کہنا) صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے، ہر تحمید (یعنی الحمد للہ کہنا) صدقہ ہے، ہر تہلیل ((لا الہ الا اللہ)) صدقہ ہے، اچھی بات سکھانا صدقہ ہے، بری بات سے روکنا صدقہ ہے اور ہر شخص کے حق زوجیت ادا کرنے میں صدقہ ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے کوئی اپنی شہوت سے حق زوجیت ادا کرے (یعنی اپنی بیوی سے صحبت کرتا ہے) تو کیا اس میں بھی ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں؟ دیکھو تو اگر اسے حرام میں صرف کر لے تو گناہ ہوگا کہ نہیں؟ اسی طرح جب حلال میں صرف کرتا ہے تو ثواب ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۰۶)

فقراء سمجھتے تھے کہ صدقہ صرف مال سے ہوتا ہے اور وہ مال کی ادائیگی سے عاجز تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ ہر قسم کا اچھا

کام صدقہ ہے' اور ان چاروں کلمات (۱) سبحان اللہ (۲) الحمد للہ (۳) لا الہ الا اللہ (۴) اللہ اکبر کا ذکر ان میں سب سے پہلے کیا گیا۔

۱۲۔ **بارھویں فضیلت :** یہ ہے کہ جو لوگ قرآن مجید کے پڑھنے سے عاجز ہوتے ہیں نبی ﷺ نے ان لوگوں کے حق میں ان کلمات کو قرآن کا عوض بنا دیا ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ آخُذَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْئًا فَعَلِّمْنِي مَا يُجْزِئُنِي مِنْهُ، قَالَ: قُلْ: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَذَا لِلهِ عَزَّ وَجَلَّ فَمَا لِي، قَالَ: قُلْ: اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي، فَلَمَّا قَامَ قَالَ: هَكَذَا بِيَدِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا هَذَا فَقَدْ مَلَأَ يَدَهُ مِنَ الْخَيْرِ"۔

ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں قرآن سے کچھ یاد نہیں کر سکتا، مجھے کچھ سکھا دیجئے جو میرے لیے (قرأت قرآن سے) کفایت کرے' آپ ﷺ نے فرمایا: تم (۱) سبحان اللہ (۲) الحمد للہ (۳) لا الہ الا اللہ (۴) اللہ اکبر (۵) لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھا کرو' کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! یہ تو اللہ کے لیے ہوا، میرے لیے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہا کرو "اللهم ارحمني وارزقني وعافني واهدني" اے اللہ! مجھ پر رحم فرما' مجھے رزق دے، راحت وعافیت سے نواز اور ہدایت سے سرفراز فرما' چنانچہ جب وہ کھڑا ہوا تو اپنے ہاتھوں سے ایسے اشارہ کیا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے اپنے ہاتھ خیر سے بھر لیے ہیں۔ (سنن أبی داؤد: ۸۳۲' سنن النسائی: ۹۲۴' سنن الدار قطنی: ۱۱۹۵)

محدث ابوالطیب عظیم آبادی رحمہ اللہ سنن الدار قطنی پر اپنی تعلیق میں فرماتے ہیں کہ: اس کی سند صحیح ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس کی سند حسن ہے۔ (صحیح أبی داؤد: ۱/۱۵۷)

سنت نبویہ ﷺ میں وارد ہونے والی کلمات اربعہ کی بعض فضیلتیں تھیں' غور وفکر کرنے کے بعد پتہ چلا کہ ان کی بڑی فضیلت ہے اور ان کی فضیلت پر بے شمار دلیلیں ہیں' ان کا مقام کافی بلند ہے' ان میں بے شمار فوائد ہیں' اور مومن بندے پر ان کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں' ان کلمات کی فضیلت کا راز یہ ہے کہ بعض اہل علم کے مطابق تمام اسمائے حسنیٰ انہیں چاروں کلمات میں ضم ہیں' سبحان اللہ اسمائے تنزیہ یعنی قدوس اور السلام کے تحت درج ہے' الحمد للہ اسماء وصفات کے باب میں اللہ تعالیٰ کے کامل ہونے کی تمام قسموں کو شامل ہے' اللہ اکبر میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی وعظمت کی دلیل ہے' اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کوئی بھی شخص کما حقہ نہیں کر سکتا' اور جسکی یہ ساری صفات ہوں وہی حقیقی الہ یعنی سچا معبود ہے۔ (جزء فی تفسیر الباقیات الصالحات للعلائی: ص: ۴۰)

تسبیح کا مطلب اللہ تعالیٰ کو ان تمام عیوب ونقائص سے پاک وصاف سمجھنا ہے جو اس کے شایان شان نہیں' تحمید کا مطلب اللہ تعالیٰ کو تمام اسماء وصفات اور افعال میں کامل سمجھنا ہے' تہلیل کا مطلب شرک سے برأت کا اظہار کرنا اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ توحید پر قائم ودائم رہنا ہے' اور تکبیر کا مطلب اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کو ثابت کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی چیز بڑی نہیں ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ان چاروں کلمات کی بڑی حیثیت اور بڑا مقام ہے' ان کے کہنے پر بہت بڑا اجر ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں ان کلمات پر محافظت ومداومت کی توفیق عطا فرمائے' ہماری زبانوں پر انہیں جاری رکھے اور ہمیں ان میں سے بنائے جو ہمہ وقت ان کلمات سے رطب اللسان رہتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا اس پر مددگار اور اس پر قادر ہے۔ (آمین)

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین

IIC کی دعوتی سرگرمیاں

اکتوبر ۲۰۱۷ء میں اسلامک انفارمیشن سینٹر کی جانب سے منعقد کیے گئے پروگرامز کی ایک جھلک

WhatsApp:8080807836 Website:islamsmessage.com /islamicinformationcentre

طلاقِ بدعت

(ایک تحقیقی جائزہ)

شیخ کفایت اللہ سنابلی / حفظہ اللہ

TALAAQ-E-BID'AT

(EK TAHQEEQI JAYEZAH)

SK.KIFAYATULLAH SANABILI

29.10.2017 SUNDAY AFTER MAGRIB

GALA NO.6, SWASTIK CHAMBERS, BELOW KURLA NURSING HOME, OPP. NOORJHAN-1, PIPE ROAD, KURLA (WEST), MUMBAI - 400070

IIC MUMBAI'S MOBILE APP SEARCH AND DOWNLOAD iic mumbai

Islamic Information Centre

FOR ANY INFORMATION ON ISLAM VISIT OUR CENTERS OR CALL & WHATSAPP

26500400/64269999

80 80 8018 82

KURLA : 6-Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai - 70

ANDHERI : Andheri Bakery Compound, Next to Jumbo King, Andheri Stn.Jama Masjid, Andheri (W), Mum-58

IIC MUMBAI'S MOBILE APP : SEARCH AND DOWNLOAD iic mumbai

ہفتہ واری دعوتی واصلاحی

اجلاس عام

نحوست وبدشگونی اور عقیدۂ توحید

Nahusat Wa Bad Shaguni Aur Aqeeda-E-Tauheed

شیخ عبدالشکور مدنی / حفظہ اللہ

ولی کی اجازت کے بغیر نکاح اور اس کا انجام

Wali Ki Ijazat Ke Bagair Nikah Aur Uska Anjaam

شیخ ابوالبیان رفعت سلفی / حفظہ اللہ

نوجوانوں میں انحراف کے اسباب!

Naojawano Mein Inheraaf Ke Asbab!

شیخ شاہ فہد سنابلی / حفظہ اللہ

Islamic Information Centre

FOR ANY INFORMATION ON ISLAM

26500400/64269999

80 80 8018 82

KURLA : 6-Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai - 70

ANDHERI : Andheri Bakery Compound, Next to Jumbo King, Andheri Stn.Jama Masjid, Andheri (W), Mum-58

IIC MUMBAI'S MOBILE APP : SEARCH AND DOWNLOAD iic mumbai

ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟

Hamari Dua'ayen Qabool Kyon Nahi Hotin ?

شیخ محسن جوناگڑھی / حفظہ اللہ

Shaikh Mohsin Jonagarihi

15.10.2017 SUNDAY AFTER MAGRIB

GALA NO.6, SWASTIK CHAMBERS, BELOW KURLA NURSING HOME, OPP. NOORJHAN-1, PIPE ROAD, KURLA (WEST), MUMBAI - 400070

Islamic Information Centre

FOR ANY INFORMATION ON ISLAM VISIT OUR CENTERS OR CALL & WHATSAPP

26500400/64269999

80 80 8018 82

KURLA : 6-Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai - 70

ANDHERI : Andheri Bakery Compound, Next to Jumbo King, Andheri Stn.Jama Masjid, Andheri (W), Mum-58

IIC MUMBAI'S MOBILE APP : SEARCH AND DOWNLOAD iic mumbai

ہفتہ واری دعوتی واصلاحی

اجلاس عام

تین طلاق اور عمر بن خطابؓ

Teen Talaaq Aur Umar Bin Khattab (R.A.)

شیخ کفایت اللہ سنابلی / حفظہ اللہ

موت کو یاد رکھو!

Maut Ko Yaad Rakho!

شیخ کمال الدین سنابلی / حفظہ اللہ

Islamic Information Centre

FOR ANY INFORMATION ON ISLAM

26500400/64269999

80 80 8018 82

KURLA : 6-Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai - 70

ANDHERI : Andheri Bakery Compound, Next to Jumbo King, Andheri Stn.Jama Masjid, Andheri (W), Mum-58

IIC MUMBAI'S MOBILE APP : SEARCH AND DOWNLOAD iic mumbai

اخلاق حسنہ

AKHLAAQ -E- HASNA

شیخ شکیل احمد فیضی / حفظہ اللہ (وڈالا)

Shaikh Shakeel Ahmad Faizi (Wadala)

08.10.2017 SUNDAY AFTER MAGRIB

GALA NO.6, SWASTIK CHAMBERS, BELOW KURLA NURSING HOME, OPP. NOORJHAN-1, PIPE ROAD, KURLA (WEST), MUMBAI - 400070

Islamic Information Centre

FOR ANY INFORMATION ON ISLAM VISIT OUR CENTERS OR CALL & WHATSAPP

26500400/64269999

80 80 8018 82

KURLA : 6-Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai - 70

ANDHERI : Andheri Bakery Compound, Next to Jumbo King, Andheri Stn.Jama Masjid, Andheri (W), Mum-58

IIC MUMBAI'S MOBILE APP : SEARCH AND DOWNLOAD iic mumbai

ہفتہ واری دعوتی واصلاحی

اجتماع

منہج صحابہ ضروری کیوں؟

Manhaj-E-Sahaba Zaroori Kyon ?

شیخ کفایت اللہ سنابلی / حفظہ اللہ

Shaikh Kifayatullah Sanabili

فکر آخرت

Fikr-E-Aakhirat

شیخ کمال الدین سنابلی / حفظہ اللہ

Shaikh Kamaluddin Sanabili

ON SUNDAY 08.10.2017, AFTER MAGRIB TO 09:30 P.M.

Islamic Information Centre

Masjid Ahle Hadees Wa Madarsa Darul Qur'an Wa Sunnah

FOR ANY INFORMATION ON ISLAM

26500400/64269999

80 80 8018 82

KURLA : 6-Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai - 70

ANDHERI : Andheri Bakery Compound, Next to Jumbo King, Andheri Stn.Jama Masjid, Andheri (W), Mum-58

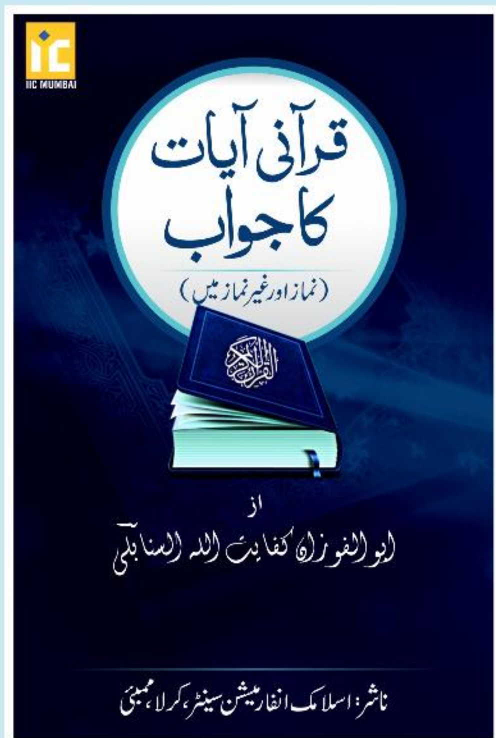
Total Pages 52
DATE OF PUBLICATION: 1ST OF EVERY MONTH
RNI NO. : MAHURD/2011/49422/ POSTAL REGISTRATION NO. :MCE/281/2016-2018
POSTED ON 4TH AND 5TH OF EVERY PREVIOUS MONTH

خوشخبری خوشخبری خوشخبری

قرأت قرآن کے وقت کن آیات کا جواب دیا جائے اور کیسے دیا جائے؟ دوران نماز، نیز فرض نماز اور نفل نماز میں جواب دینے کا کیا حکم ہے؟

ان تمام مسائل کے بارے میں تفصیلی معلومات پر مشتمل کتاب

«قرآنی آیات کا جواب، نماز اور غیر نماز میں»
زیور طباعت سے آراستہ ہوکر آچکی ہے۔



- اس موضوع پر یہ پہلی مستقل تالیف ہے، اس سے قبل شاید کسی بھی زبان میں اس موضوع پر کوئی مستقل اور جامع تالیف موجود نہیں ہے۔
- کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ ہے جس میں "اعمال" اور "فضائل اعمال" میں ضعیف احادیث کی قبولیت پر قدرے تفصیل سے بحث ہے۔
- قرآنی آیات کے جواب سے متعلق وارد تمام صحیح روایات یکجا کی گئی ہیں اور انہیں دو قسموں میں بانٹا گیا ہے، پہلی قسم ان روایات کی ہے جن میں عمومی طور پر جواب دینے کی بات ہے۔ اور دوسری قسم ان روایات کی ہے جن میں خاص خاص آیات کے جواب میں مخصوص کلمات کہنے کی بات ہے۔ دوسری قسم میں کل چھ (6) آیات ہیں جن کے جواب سے متعلق صحیح روایات وارد ہیں ان روایات میں دو مرفوع ہیں باقی موقوفات ہیں۔
- ہر روایت کے ساتھ یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ کس کا تعلق دوران نماز سے ہے اور کس کا تعلق غیر نماز کی حالت سے ہے۔
- مقتدی کے لئے جواب دینے کے حکم پر الگ سے مفصل بحث موجود ہے۔
- عام یا خاص قرآنی آیات کے جواب سے متعلق جتنی بھی ضعیف روایات کتب احادیث یا کتب تفاسیر میں وارد ہیں، ان سب کی استنادی حالت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، یہ روایات تعداد میں کافی زیادہ ہیں لیکن ان سب کا تعلق کل پچیس (25) آیات سے ہے۔ آیات کی ترتیب تلاوت کے اعتبار سے ان آیات کو پیش کرکے ان سے متعلقہ روایات پر بحث کی گئی ہے۔
- کتاب کے اخیر میں تین صفحات پر پوری کتاب کا خلاصہ ہے جو حضرات مکمل کتاب پڑھے بغیر اجمالی طور پر نتائج بحث دیکھنا چاہیں ان کے لئے ان تین صفحات کا مطالعہ کسی حد تک مفید ہوگا۔
- بطور ضمیمہ موضوع سے متعلق ایک صاحب کے کتابچہ پر مختصر تبصرہ ہے۔
- مکمل کتاب 134 صفحات پر مشتمل ہے۔
- شائقین یہ گرانقدر علمی تحفہ اسلامک انفارمیشن سینٹر ممبئی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ مزید تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل نمبرات پر رابطہ کریں۔

82910 63765/8291063785/9769269036/8080801882/022226500400

If Undelivered Please Return To

Ahl us Sunnah

Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070.
Ph. 26 500 400 / 64269999

To,

Book Post